آل انڈیا سُنی تبلیغی جماعت کا ترجمان

بظل عاطفت سرکار مفتیٔ اعظم ہند بریلی شریف

# ماہنامہ پاسبان الٰہ آباد

بیادگار سلطان الہند عطا رسول خواجۂ خواجگان
خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
زیر سرپرستی سلطان المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ
مفتی اعظم کانپور سربراہ اعلیٰ آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت
بظل حمایت حاجی بڈن صاحب رضوی منڈگوڑہ حاجی محمد سعید صاحب رضوی یاسنی
حاجی رحمت اللہ صاحب بمبئی حاجی چودھری محمد علی صاحب بکرانہ
حاجی خلیل احمد صاحب تسر جناب واجد حسین صاحب رضوی جھریا

ایڈیٹر: مشتاق احمد نظامی

| جلد ۳۴ | ماہ اپریل ۱۹۷۹ء | شمارہ ۴ |
| --- | --- | --- |



○

اس دائرہ کا سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ —— منیجر

## قیمت سالانہ ۱۶ روپے

فی پرچہ ۵۰۔۱

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ:
منیجر دفتر پاسبان، الٰہ آباد

انوار احمد نظامی پروپرائٹر اینڈ پرنٹر و پبلشر نے تاج آفسٹ پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر پاسبان، الٰہ آباد سے شائع کیا۔

# شذرات

## فریب دیوبندیت

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

آج کی قیامت بردوش ماحول اور انتہائی نازک ترین فضا میں جب کہ زندگی اور اس کے حقوق کا تحفظ ایک سوالیہ نشان بنا ہوا ہے مناظرہ کسی حادثہ اور عظیم حادثے سے کسی طرح بھی کم نہیں وقت اجتماعی امور میں متحدہ جدوجہد کر کے قوم وملت کو عزت ووقار کی منزل تک پہنچانے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ ماحول باہمی اتحاد کے ساتھ مستقبل کے نقشے میں رنگ بھرنے کا تقاضا کر رہا ہے اور وہ لوگ جن کا پیشہ قوم کو لڑا کر جلب منفعت کرنا ہے وہ اس نازک ترین گھڑی میں بھی اختلافات کے میدان میں مناظرہ کا الاؤ جلائے عوامی جذبات کو گرم کرنے میں مصروف ہیں تاکہ غلط اشتعال کا ناجائز فائدہ اٹھا کر طلب زر کی ہوس پوری کی جائے۔ ملک میں اکثر وبیشتر مناظروں کا حادثہ اسی پس منظر میں رونما ہوا ہے۔ اور جھریا کا مناظرہ تو دیوبندی سورماؤں کی ہوس زر کی ایسی منہ بولتی تصویر ہے جسے دیکھنے کے بعد ان کی شکم پروری بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے۔

بندگان زر اور غلامان دولت نے پہلے تو پورے کول فلڈ میں نفرت کی آگ بھڑکائی جذبات کو مشتعل کیا پھر اس کے بعد مناظرہ کے نام پر مہینوں چندہ کرتے رہے —— ایک طرف تو اپنے لوگوں سے ہزارہا ہزار کی رقم وصول کر کے سانس ڈکار لئے بغیر ہضم کر گئے اور دوسری طرف جھریا کے ذمہ دار سنیوں سے مطالبہ کیا کہ جب تک ہمارے مولویوں کے لئے فرسٹ کلاس کا کرایہ نہ ملے گا اس وقت تک ہم لوگ مناظرہ میں شریک نہ ہوں گے۔ اس عجیب مطالبہ پر سنی ذمہ داروں نے سمجھ لیا کہ دیوبند کے یہ سورما اس بہانے راہ فرار تلاش کر رہے ہیں۔ تو محض اس خیال سے کہ کہیں یہ بھاگ نہ جائیں۔ رئیس ملت جناب واجد حسین صاحب نے ساڑھے چھ سو روپیے دیئے۔ اب کون ہے جو دن دہاڑے اس اندھی لوٹ کھسوٹ کرنے والوں سے محاسبہ کرے اور گریبان تھام کر پوچھے کہ ہزارہا ہزار کی رقم کہاں گئی؟ اگر عام مسلمانوں نے ان شکم پرور اشتعال انگیز مولویوں پر پابندی نہ لگائی تو یہ پیشہ ور مجاہد اسی طرح ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں اور ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں زرگری کی چمتکار دکھاتے پھریں گے۔

ان مناظروں میں اہلسنت وجماعت کے ذمہ دار علماء کی بادل ناخواستہ شرکت کی حیثیت محض دفاعی ہے —— باطل کی فتنہ سامانیاں جب حد سے متجاوز ہوتی ہیں اور شر وفساد کا ہنگامہ حق وصداقت کے لئے سوالیہ نشان بننے لگتا ہے تو ایمان کا تحفظ اور عقیدے کی حفاظت دین کا اہم ترین تقاضا بن جاتا ہے —— علمائے اہلسنت کی تمام تر شرکت ان تقاضوں کی تکمیل کے سوا کچھ نہیں۔

کولفلڈ کی سرزمین اور بہار کے معدنی شہر جھریا کے مناظرے میں اہلسنت کے بالمقابل دیوبندیوں کو جس تاریخی ذلت و

رسوائی کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ ان کی مقدر کی ایسی سیاہی ہے جسے قیامت تک مٹایا نہیں جا سکتا۔ آسام سے لے کر راجستھان تک کے مشاہدین نے حق کی نصرت و کامیابی اور باطل کی شرمناک شکست کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر اسی رات کو اسی جھریا کی سرزمین پر دیکھنے والوں نے جشن فتح کے اس عظیم الشان اجلاس کو بھی دیکھا جس میں انسانوں کا ہجوم سمندر کی طرح لہریں لے رہا تھا اور کم از کم ساٹھ ہزار فرزندان توحید اور غلامان رسالت فلک شگاف نعروں کی تکرار سے حق کی فتحمندی کا اعلان کر رہے تھے۔

ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس شرمناک شکست، ذلت آمیز ہزیمت اور رسواکن ناکامی کے بعد دیوبند کے یہ غیرت مآب خموش گوشۂ عافیت میں بیٹھتے اور بلاوجہ کی فتنہ انگیزی دروغ بافی کر کے اپنی مزید رسوائی کا سامان فراہم نہ کرتے۔ لیکن حالات نے ثابت کیا کہ اصحابِ کذب و افترا ذلت و رسوائی کے بعد بھی خموش نہیں رہتے۔ اصل میں شکست خوردگی کا زخم اسے مکر و فریب اور ہزاروں چولے بدلنے پر مجبور کرتا ہے تاکہ کسی بھی طرح اکھڑی ہوئی ساکھ کو دوبارہ جمایا جا سکے۔

لیکن حیرت کیجئے اور دیوبندی سورماؤں کی دیدہ دلیری کی داد دیجئے۔ کہ انتہائی ذلیل ترین شکست کے بعد بھی خموش بیٹھنے کے بجائے اپنی فتح مندی کا کتابچہ شائع کر ہی ڈالا کتابچہ کی تولید پورے دس ماہ بعد ہوئی۔

جس جماعت کا نمائندہ خانہ خدا میں ہزاروں کے مجمع میں جھوٹی عبارت پڑھنے کا حوصلہ رکھتا ہو اگر اس کے کسی فرد نے مجموعۂ کذب کی اشاعت کی تو چنداں تعجب خیز نہیں تاہم جرأت و جسارت قابل داد ضرور ہے۔ یہ کتابچہ سچائی کے ساتھ بدترین مذاق اور حق و صداقت کے جسم پر کذب و افترا کی کند چھری سے ایسا کاری زخم ہے کہ جب تک اس کتاب کا وجود رہے گا راستبازی کراہتی رہے گی۔ سچائی فریاد کرتی رہے گی اور زخم خوردہ صداقت تڑپتی رہے گی۔ دنیا میں بولنے والوں نے بڑے سے بڑا جھوٹ بولا ہے۔ طرح طرح کے کذب کی ایجاد کی ہے۔ حیرت انگیز غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ لیکن اس جھوٹ اور جھوٹے کے آگے کائنات کا ہر جھوٹا 'بونا' اور ہر جھوٹ بالشتیہ ہو کر رہ گیا ہے۔ خاتم المکذبین کا یہ شاہکار ایسا ہے کہ زمانے بھر کے جھوٹے اگر سر جوڑ کر بیٹھیں تو قیامت کی صبح تک اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتے۔

اس کتاب میں قدم قدم پر دیوبندیت کی شرافت انصاف پسندی اور سنجیدہ مزاجی کی ناکام وکالت کی گئی ہے۔ دنیا بھر کے شریفوں کا دستور تو یہ ہے کہ وہ اپنے بدترین مخالفین کے لئے بھی معیار شرافت سے گرا ہوا کوئی لفظ استعمال کرنا اپنی شرافت کی توہین سمجھتے ہیں لیکن شریفوں کی یہ نئی دریافت اور نادر الوجود قسم ایسی ہے جو مدمقابل کو منہ بھر بھر کے گالیاں بھی دیتی ہے۔ تیسرے درجے کی مغلظات بکتی ہے، اور انتہائی اوباش لوگ جن الفاظ کا استعمال کریں پورے تسلسل کے ساتھ ان الفاظ کا استعمال کرتی ہے، غیرت و حیا، انسانیت و شرافت کے تقاضوں کو یکسر نظر انداز کر کے غلیظ اور شرمناک گالیوں کی برسات برساتی ہے، اور دعویٰ یہ کہ ہم شریف و سنجیدہ ہیں۔ اگر شرافت و سنجیدگی اسی کا نام ہے تو پھر دیوبندی کے ذمہ دار بتائیں کہ رذالت و کمینگی کس چیز کا نام ہوگا؟ کتابچہ کا کوئی صفحہ بھی ایسا نہیں ہے جسے کوئی شریف اور سنجیدہ انسان پڑھ کر اس جماعت کی سنجیدگی پر "تھو تھو" نہ کرے۔ اس کتابچہ کے مغلظات خود اپنی جماعت کے ضمیر و مزاج کی واضح اور غیر مبہم دلیل ہے۔

کتابچہ کو پڑھنے کے بعد جب ان کا ضمیر سمجھ میں آجائے گا تو کذب و افترا خود بخود واضح ہو جائے گا۔ یوں محکمہ جنگلات کے ذمہ داروں سے گزارش ہے کہ اس نادر الوجود مخلوق کی بھی اسی طرح حفاظت کریں جس طرح دوسرے نایاب جانوروں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اس کتابچہ کا نام ہے "رضاخانیوں کی شرمناک شکست کی کہانی حاضرین و مشاہدین کی زبانی"۔

اہلسنت نے مناظرے کے متصل بعد ہی حق کی نصرت و کامیابی کا جو اشتہار شائع کیا تھا۔ اس میں بیرونی مشاہدین کا نام

رسوائی کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ ان کی مقدر کی ایسی سیاہی ہے جسے قیامت تک مٹایا نہیں جا سکتا۔ آسام سے لے کر راجستھان تک کے مشاہدین نے حق کی نصرت و کامیابی اور باطل کی شرمناک شکست کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر اسی رات کو اسی جھریا کی سرزمین پر دیکھنے والوں نے جشن فتح کے اس عظیم الشان اجلاس کو بھی دیکھا جس میں انسانوں کا ہجوم سمندر کی طرح لہریں لے رہا تھا اور کم از کم ساٹھ ہزار فرزندان توحید اور غلامان رسالت فلک شگاف نعروں کی تکرار سے حق کی فتحمندی کا اعلان کر رہے تھے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس شرمناک شکست، ذلت آمیز ہزیمت اور رسواکن ناکامی کے بعد دیوبند کے یہ غیرت مآب خموش گوشۂ عافیت میں بیٹھتے اور بلا وجہ کی فتنہ انگیزی در دروغ باقی کر کے اپنی مزید رسوائی کا سامان فراہم نہ کرتے۔ لیکن حالات نے ثابت کیا کہ اصحاب کذب و افترا ذلت و رسوائی کے بعد بھی خموش نہیں رہتے۔ اصل میں شکست خوردگی کا زخم اسے مکر و فریب کے ہزاروں چولے بدلنے پر مجبور کرتا ہے تاکہ کسی بھی طرح اکھڑی ہوئی ساکھ کو دوبارہ جمایا جا سکے۔

لیکن حیرت کیجیے اور دیوبندی سورماؤں کی دیدہ دلیری کی داد دیجیے۔ کہ انتہائی ذلیل ترین شکست کے بعد بھی خموش بیٹھنے کے بجائے اپنی فتح مندی کا کتابچہ شائع کر ہی ڈالا کتابچہ کی تولید پورے دس ماہ بعد ہوئی۔

جس جماعت کا نمائندہ خانۂ خدا میں ہزاروں کے مجمع میں جھوٹی عبارت پڑھنے کا حوصلہ رکھتا ہو اگر اس کے کسی فرد نے مجموعۂ کذب کی اشاعت کی تو چنداں تعجب خیز نہیں تاہم جرات و جسارت قابل داد ضرور ہے۔ یہ کتابچہ سچائی کے ساتھ بدترین مذاق اور حق و صداقت کے جسم پر کذب و افترا کی کند چھری سے ایسا کاری زخم ہے کہ جب تک اس کتاب کا وجود رہے گا راستبازی کراہتی رہے گی۔ سچائی فریاد کرتی رہے گی اور زخم خوردہ صداقت تڑپتی رہے گی۔ دنیا میں بولنے والوں نے بڑے سے بڑا جھوٹ بولا ہے۔ طرح طرح کے کذب کی ایجاد کی ہے۔ حیرت انگیز غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ لیکن اس جھوٹ اور جھوٹے کے آگے کائنات کا ہر جھوٹا، بونا، اور ہر جھوٹ بالشتیہ ہو کر رہ گیا ہے۔ خاتم المکذبین کا یہ شاہکار ایسا ہے کہ زمانے بھر کے جھوٹے اگر سر جوڑ کر بیٹھیں تو قیامت کی صبح تک اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتے۔

اس کتاب میں قدم قدم پر دیوبندیت کی شرافت انصاف پسندی اور سنجیدہ مزاجی کی ناکام وکالت کی گئی ہے۔ دنیا بھر کے شریفوں کا دستور تو یہ ہے کہ وہ اپنے بدترین مخالفین کے لئے بھی معیار شرافت سے گرا ہوا کوئی لفظ استعمال کرنا اپنی شرافت کی توہین سمجھتے ہیں۔ لیکن شریفوں کی یہ نئی دریافت اور نادر الوجود قسم ایسی ہے جو مد مقابل کو منہ بھر بھر کے گالیاں بھی دیتی ہے۔ تیسرے درجے کی مغلظات بکتی ہے، اور انتہائی اوباش لوگ جن الفاظ کا استعمال کریں پورے تسلسل کے ساتھ ان الفاظ کا استعمال کرتی ہے، غیرت و حیا، انسانیت و شرافت کے تقاضوں کو یکسر نظر انداز کر کے غلیظ اور شرمناک گالیوں کی برسات برساتی ہے، اور دعویٰ یہ کہ ہم شریف و سنجیدہ ہیں۔ اگر شرافت و سنجیدگی اسی کا نام ہے تو پھر دیوبندی کے ذمہ دار بتائیں کہ رذالت و کمینگی کس چیز کا نام ہوگا، کتابچہ کا کوئی صفحہ بھی ایسا نہیں ہے جسے کوئی شریف اور سنجیدہ انسان پڑھ کر اس جماعت کی سنجیدگی پر "تھو تھو" نہ کرے۔ اس کتابچہ کے مغلظات خود اپنی جماعت کے ضمیر و مزاج کی واضح اور غیر مبہم دلیل ہے۔

کتابچہ کو پڑھنے کے بعد جب ان کا ضمیر سمجھ میں آجائے گا تو کذب و افترا خود بخود واضح ہو جائے گا۔ یوں محکمہ جنگلات کے ذمہ داروں سے گزارش ہے کہ اس نادر الوجود مخلوق کی بھی اسی طرح حفاظت کریں جس طرح دوسرے نایاب جانوروں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اس کتابچہ کا نام ہے "رضاخانیوں کی شرمناک شکست کی کہانی حاضرین و مشاہدین کی زبانی"۔

اہلسنت نے مناظرے کے متصل بعد ہی حق کی نصرت و کامیابی کا جو اشتہار شائع کیا تھا۔ اس میں بیرونی مشاہدین کا نام

بھی شائع کیا تھا۔ اس اشتہار پر جرح کرتے ہوئے اس پھوہڑ کتابچہ کے صفحہ ۵ پر تحریر ہے "حد ہو گئی اشتہار میں مشاہدین مناظرہ کے نام بھی ایسے لوگوں کے چھپے جن کا پورے صوبہ میں نہ وجود تھا نہ ہے۔" اول تو یہ عبارت ہی دیوبندیت کے ڈھول کا پول کھول رہی ہے۔ گویا ان غیب دانوں نے پورے صوبہ کے ماضی اور حال کو دیکھ ڈالا ہے۔ ایک ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹا کر اور قبر سے مردوں کو اٹھا کر دریافت کیا ہے کہ تمہارا نام کیا ہے؟ پھر جب ماضی کے مردوں اور حال کے زندوں نے انکار کر دیا تب یہ غیب داں محقق رقم طراز ہیں کہ جن کا پورے صوبے میں وجود تھا نہ ہے۔" اگر ایسا نہیں تو پھر کوئی بتائے کہ اتنے یقین کے ساتھ ناموں کے غلط بتانے کا ذریعہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

پھر اہلسنت نے اپنے پوسٹر میں مشاہدین کا نام شائع کیا۔ (ہر مشاہد کا ثبوت ہر وقت دیا جا سکتا ہے)۔ لیکن دیوبندی کتابچہ کی پیشانی پر ایک طرف تو یہ لکھا ہوا ہے کہ "حاضرین و مشاہدین کی زبانی"۔ لیکن کتاب کا صفحہ صفحہ دیکھ جائیے سطر سطر پڑھ جائیے، کسی ایک مشاہد کا نام بھی آپ کی جستجو بھری نظر کو نہ ملے گا۔ غیرت مندوں سے کون پوچھے کہ کتاب جب مشاہدین کی زبانی ہے۔ تو پھر ان کا نام کیوں نہیں؟ یہ دعویٰ بلا دلیل اس جماعت کی رسوائی اور کذب بیانی کا ثبوت ہے۔ اور سمجھ میں آتا ہے کہ اس کے دوسرے دعوے بھی اسی طرح بے دلیل کے ہوں گے۔ مشاہدین کی زبانی۔ لکھ دینا آسان تھا۔ لیکن کسی کا نام پیش کرنا بہت ہی دشوار تھا۔ جب ہی تو پوری کتاب میں کسی ایک مشاہد کا نام بھی نہیں ہے اور یہ شاید اس لئے کہ اگر کسی نام کو پیش کرنے کی جسارت کی جاتی تو پھر اس نام کا آدمی ان کی عاقبت روشن کرنے میں کسی طرح کی کوئی کمی نہ کرتا

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

---

# امام اعظم نمبر

## ادارۂ پاسبان کی عظیم پیشکش

یہ نمبر سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تفقہ، دینی بصیرت اجتہادی عظمت فکری بلندی اور مجاہدانہ کارناموں پر مشتمل علوم و معارف کا بیش بہا خزانہ اور فقہ حنفی کی ایسی تاریخی دستاویز ہوگا جس کی نظیر ماضی کی تاریخ میں نہ ملے گی۔

حنفیت کی اس انسائیکلو پیڈیا کی ترتیب کے لئے ادارہ پاسبان کا پورا عملہ جہد و عمل کا آغاز کر چکا ہے۔ تاریخ کا اعلان جلد ہی کیا جائے گا۔

نوٹ — ذمہ دار علماء اور اصحاب قلم سے گزارش ہے کہ وہ اپنے مضامین جون ۷۹ء کی ابتدائی تاریخوں تک ہمیں بھیج دیں۔ اس کے بعد موصول ہونے والے مضامین نیز غیر معیاری طباعت کے لئے ہم انتہائی ادب و احترام کے ساتھ معذرت گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

# جلسہ دستار فضیلت

## مشرقی ہند میں اہل سنت کی منفرد و مثالی درسگاہ

### دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام

کا یہ عظیم الشان تاریخی اجلاس [illegible] مئی ۱۹۷۹ء کو امام التارکین مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ کی سرپرستی میں منعقد ہو رہا ہے جس میں شمس العلماء علامہ پروفیسر محمد نظام الدین صاحب، خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب، نقیب شریعت حضرت علامہ ارشد القادری صاحب، مفکر اسلام حضرت مولانا شاہد رضا صاحب ایم۔ اے، خطیب العصر حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب ایم۔ اے، فاضل گرامی حضرت مولانا جمال احمد صاحب قادری، خطیب جلیل مولانا محمد حسن صاحب صدیقی اور دیگر اکابر علماء کرام شرکت فرما رہے ہیں۔

المعلن مہتمم دار العلوم خیریہ نظامیہ۔ سہسرام

مولانا میکائیل صاحب ضیائی

محمد مصطفےٰ کا وصف ہم سے ہو نہیں سکتا
کہ ان کے وصف لاکھوں ہیں ہمیں دو چار آتے ہیں

خداوند قدوس نے اس خاکدان گیتی پر ان گنت انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ اور ہر ایک نبی و رسول کو طرح طرح کے معجزات و کمالات اور قسم قسم کی خوبیاں، عطا فرمائیں۔ پیار و محبت کے خطابات سے بھی نوازا۔ لیکن اگر آپ بصیرت کی نگاہوں سے قرآن مقدس کا مطالعہ کریں گے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ خداوند عالم نے پیارے حبیب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو، "رحمۃ للعالمین" کا خطاب عطا فرما کر یہ بتا دیا کہ اس وصف میں میرے حبیب کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔ قرآن پاک کے ورق ورق، صفحہ صفحہ بلکہ سطر سطر پر نگاہیں ڈالنے کے بعد بھی لفظ "عالمین" کے ساتھ لفظ "رحمت" کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔ البتہ هدىً لِّلْعَالَمِيْنَ۔ ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ، مُبَارَكً لِّلْعَالَمِيْنَ اور آيَاتٌ لِّلْعَالَمِيْنَ وغیرہ وغیرہ جیسے الفاظ بہ کثرت ملیں گے۔ لیکن رحمت ہی ایک ایسا مخصوص لفظ ہے جو صرف رحمتِ عالم، نورِ مجسم، فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، کی پاک ذات کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے یہ لفظ استعمال ہی نہیں ہوا۔ اور کیوں نہ ہو۔ آپ سارے جہان کے لئے رحمت ہیں۔ آپ کی رحمت کسی ایک خاندان، کسی ایک قبیلے، کسی ایک قوم یا کسی ایک گروہ کے لئے مخصوص نہیں۔ نہ کسی ایک ملک، نہ کسی ایک عالم کے لئے محدود ہے، اور نہ کسی وقت و زمانے کے لئے منحصر۔ بلکہ آپ کی رحمت تمام زمانے اور تمام عالم کے لئے عام ہے

اب وہ عالم خواہ عالم وجد و کیف ہو یا عالم شوق و شباب غرض لفظ عالم کو وسیع کرتے چلے جایئے۔ اس کے دامن میں تمام مادی و ذہنی اشیاء سمٹتی چلی جائے گی۔ کیونکہ عالمین جمع کا صیغہ ہے۔ اس لئے جہاں جہاں لفظ عالم صادق آئے گا، وہاں وہاں آپ کی رحمت پائی جائے گی۔

ہمارے آقا و مولیٰ مدنی دولہا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبھوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے۔ دوستوں کے لئے رحمت، دشمنوں کے لئے رحمت، عربی کے لئے رحمت، عجمی کے لئے رحمت، حبشی کے لئے رحمت، رومی کے لئے رحمت، چین و جاپان والوں کے لئے رحمت، ہندوستان و پاکستان والوں کے لئے رحمت، ماضی کے لئے رحمت، مستقبل کے لئے رحمت، آج کے لئے رحمت، کل کے لئے رحمت، اپنوں کے لئے رحمت، غیروں کے لئے رحمت، یہاں تک کہ کائنات کے ہر جزو کل کے لئے رحمت۔

"اے حبیب ہم نے آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا"

یہاں یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ اپنوں کے لئے تو سبھی رحمت ہوا کرتے ہیں۔ باپ بیٹے کے لئے رحمت، ماں بیٹی کے لئے رحمت، بہن بہن کے لئے رحمت، بھائی بھائی کے لئے رحمت، اپنا اپنوں کے لئے رحمت ہوتا ہے۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کے لئے رحمت تھے۔ جنھوں نے

طائف کی گلیوں میں سنگ باری کر کے آپ کے جسم اطہر کو لہو لہان
کر دیا تھا۔ آپ تو ان کے لئے بھی رحمت تھے۔ جنھوں نے موتی
جیسے دندان مبارک کو پتھروں سے شہید کر ڈالا تھا۔ ان کے
لئے بھی رحمت تھے۔ جنھوں نے آپ پر گالیوں کی بوچھاریں کی تھیں
آپ تو ان کے لئے بھی رحمت تھے۔ جو ہمہ وقت آپ کے قتل کے
درپے رہتے، ان کے لئے بھی رحمت تھے، جنھوں نے جبر و
تشدد اور ظلم و استبداد کے کسی پہلو کو نہیں چھوڑا حتیٰ کے راستے
میں کانٹے بھی بچھا دیا کرتے تھے۔

راہ میں جس نے کانٹے بچھائے گالی دی پتھر برسائے
اس پر چھڑکی پیار کی شبنم صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل دنیا
جن حالات سے دوچار تھی۔ اسے کون نہیں جانتا۔ آپ ہی کے
دم قدم سے دنیا میں امن و امان قائم ہوا۔ اور آپ ہی کی
رحمت و رافت سے انسانیت کی تاریک راہ کہکشاں بردوش
ہوئی۔ یہ آپ ہی کی رحمتوں کا صدقہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو
اپنا فطری اور واجبی حق میسر ہوا۔ والدین کے حقوق بھی آپ نے
انتہائی رحم و کرم کے ساتھ متعین فرمائی۔ چونکہ آپ خوب اچھی
طرح واقف تھے۔ کہ والدین اپنی اولاد کے فرائض کی ادائیگی
کے بعد اس قابل نہیں رہ جاتے۔ کہ وہ اپنی ضرورت خود سے
پوری کر سکیں۔ بلکہ وہ ایسی حالت میں کسی دوسرے کے محتاج
ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
والدین کی خدمت اور ان کی تعظیم و توقیر کو ان کی اولاد پر
فرض عین قرار دیا کہ جس طرح انھوں نے تمھیں ایام طفولیت
میں اپنی شفقت و مہربانی کے ساتھ پرورش کیا اور پروان
چڑھایا ہے۔ اسی طرح تم ان کے بڑھاپے اور ضعیف العمری
میں ان کی خدمت بجالاؤ تاکہ انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے
پائے۔

آپ آئے تو آپ نے تمام عربی عجمی، گورے، کالے
اور امیر غریب کو ایک ہی مقام عطا کیا اور وطنی و لسانی
تفریق نسبی فوقیت، قومی عصبیت، ملکی تعصبات اور رنگتوں
کے اختلاف کو ختم کر کے مساوات کا درس دیا۔ اور سب کے
دلوں میں ایک ہی جذبہ سب کے ذہن و فکر میں ایک ہی
تصور اور سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا۔ کوئی بتائے
کہ رحمت کی یہ نظیر کہیں اور بھی ملے گی۔

بلاشبہ رحمۃ للعالمین وہی ہیں جن کی بارگاہ میں عداس
نینوائی، سلمان فارسی، اور طفیل دوسی پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آتے
ہیں اور جن کے ہمراہ بلال حبشی صہیب رومی، ابوذر غفاری اور
ابوسفیان اموی شانہ بہ شانہ چلتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں
جن کے دربار میں تنہا جندل کا بادشاہ ہی نہیں بلکہ عمان کے
حاکم اعلیٰ جیفران، آل حمر کے مدعی الوہیت ذوالکلاع اور
ملک یمن کے مشہور کاہن ضماد ازدی بھی غلامان مصطفےٰ صلی
اللہ علیہ وسلم کی صف نعال میں بیٹھنے کو اعزاز و افتخار سمجھ
رہے ہیں۔ بلاشبہ رحمۃ للعالمین وہی ہیں۔ جنھوں نے دشمنوں
کو دوست بنا لینے کی تدبیر سکھائی۔ جنھوں نے عداوت کے
طوفان برپا کرنے والے، جائز حقوق سے محروم کرنے والے
اور نمازوں میں خلل ڈالنے والے، بدترین مخالفین کے ساتھ
بھی اہل ایمان کے انتقامی جذبہ کو سرد کیا۔ جب کہ ان کے
اندر انتقام لینے کی پوری طاقت و قوت بھی موجود تھی۔

آپ ہی کی مقدس ذات نے رحم و کرم اور عفو و درگذر
کا عملی پیغام بھی پیش کیا۔ چنانچہ جب جنگ احد میں بعض صحابہ
کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ کی خدمت میں۔
جب کہ حضور کو بھی کئی زخم آئے تھے۔ عرض کیا۔ یارسول اللہ! ان
مشرکوں کے لئے آپ بددعا فرمائیں۔ جنھوں نے آپ کو انتہائی
اذیت ناک تکلیفیں دی ہیں۔ تو آپ نے جو جواب مرحمت فرمایا
وہ رحمت عالم کے علاوہ کسی دوسرے کا حق و حصہ نہیں۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّلٰکِنْ بُعِثْتُ دَاعِیًا وَّرَحْمَۃً
اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ میں دشمنوں پر لعن و طعن کرنے

کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں مجھے تو خدا کی طرف بلانے والا اور سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اے خدا۔ میری قوم کو ہدایت فرما۔ کیوں کہ وہ مجھے نہیں جانتے۔

اسی طرح آپ ایک درخت کے نیچے آرام فرمارہے تھے آپ کی تلوار درخت کی ایک شاخ سے لٹک رہی تھی۔ غورث ابن الحارث آیا اور تلوار اپنے ہاتھوں میں لے کر نہایت گستاخانہ انداز میں آپ کو بیدار کیا۔ اور بولا۔ اب تمھیں مجھ سے کون بچائے گا۔ آپ نے انتہائی متانت و سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔ اللہ۔'' اس جواب کی ہیبت و جلال سے وہ غش کھاکر قطرہ اشک کی طرح زمین پر گر پڑا۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھائی اور فرمایا۔ بتا۔ اب تجھے میرے ہاتھوں سے کون بچائے گا۔؟ وہ حیران و پریشان ہوگیا۔ اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ میں دشمنوں سے بدلہ نہیں لیا کرتا۔ یہ میری شان رحمت کے خلاف ہے۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم وعظ و تبلیغ کے لئے طائف تشریف لے گئے وہاں کے باشندوں نے کیچڑ اچھالنا شروع کیا اور اس قدر پتھر برسائے کہ آپ لہو سے تر بتر ہو گئے نعلین پاک خون سے لبریز ہو گئے۔ اور آپ پر بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس عالم میں بھی آپ نے وہی فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی ..... اور اس کے بعد فرمایا کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ تو ان کی اولاد کے ساتھ میری امیدیں وابستہ ہیں۔

ایک بار مکہ معظمہ میں سخت قحط پڑا حتّٰی کے لوگ عاجز آکر مردار اور ہڈیاں تک کھانے لگے۔ ابو سفیان بن حرب نے (جو ان دنوں سخت دشمن تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ تو لوگوں کو صلہ رحمی۔ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک، کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ دیکھیے آپ کی قوم ہلاکت کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ خدا کی بارگاہ میں دعا کیجیے، جس کو ہم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی زبان میں یوں کہہ سکتے ہیں۔

برستا نہیں دیکھ کر ابر رحمت
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

چنانچہ آپ نے دعا فرمادی۔ اس کے بعد ضرورت کے مطابق خوب بارش ہوئی۔

قربان جایئے۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت و رافت پر کہ کس طرح آپ نے اپنے دشمنوں پر رحمتوں کے بادل برسائے۔ اور سفاک و بے رحم ظالموں پر عفو و کرم کے پھول نچھاور کئے ہیں اور گالیوں کے بوچھاروں، تلواروں کی جھنکاروں اور نیزوں کی انوں کے بدلے کس انداز سے آپ نے نیک دعاؤں کے گلدستے عطا فرمائے ہیں۔ یہ تو غیروں پر رحمت کی چند مثالیں تھیں۔ اب اپنوں پر رحمت کے چند نمونے بھی ملاحظہ کیجئے۔

آپ اگر حالت نماز میں بھی کسی بچے کے رونے کی آواز کو سن لیتے تو نماز ہلکی فرمادیتے تاکہ ماں بچے کو جلد سنبھال سکے۔ آپ سوار ہو کر کسی کو پیدل چلنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اگرچہ بہت سے فدائی اس خدمت کے متمنی رہتے یا تو اسے بھی سوار کردیتے یا واپس لوٹادیتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب کوئی مسلمان مقروض مرجاتا تو اس کی تجہیز و تکفین سے قبل بیت المال سے اس کا قرض ادا کردیتے۔ مگر خود کسی کا مال قبول نہیں فرماتے ــــ یہی نہیں بلکہ جس وقت آپ اس دنیا میں رونق افروز ہوئے۔ اسی وقت رحمت عامہ کا اعلان کردیا۔ اور گنہ گار۔ رو سیہ کار امت پر رحم و کرم فرماتے ہوئے۔ رَبِّ ھَبْ لِی اُمَّتِی۔ رَبِّ ھَبْ لِی اُمَّتِی ــ کی صدا بلند فرمائی۔ اور پھر کچھ دنوں بعد اکثر راتیں اپنی امت کے لئے دعائے مغفرت میں گذار دیں۔ بلکہ تمام تمام رات کھڑے رہتے۔ یہاں تک کے آپ کے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا۔ اتنا قیام فرماتے کہ پروردگار عالم نے منع فرماتے ہوئے کہا۔ یَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا اے پیارے محبوب۔ آپ رات میں قیام فرمایئے۔

بقیہ صفحہ ۱۲ پر

جناب احساس گونڈوی

# جذبۂ عشق

نبی کے عشق میں ہم کاش ڈھل گئے ہوتے
نظر اٹھاتے تو پتھر پگھل گئے ہوتے
جدا نہ ہوتے اگر جبرئیل تو کیا کرتے
تو اک قدم بھی بڑھاتے تو جل گئے ہوتے
ضرور اس میں کوئی ان کی مصلحت ہوگی
یہ اشک ورنہ تبسم میں ڈھل گئے ہوتے
یہ بات بھی تو نہیں اختیار میں ورنہ
غبار بن کے مدینے نکل گئے ہوتے
درِ نبی پہ اگر اپنا دم نکل جاتا
حیات و موت کے معنی بدل گئے ہوتے
کبھی بلاتے حبیب خدا اگر احساس
خدا گواہ ہے ہم سر کے بل گئے ہوتے

# امیرِ کارواں

از جناب راہی ضیائی

نبی محترم کے راز داں احمد رضا تم ہو
تصور میں نہیں آتا کہاں احمد رضا تم ہو
تمھارے ذکر سے دل کو کبھی سیری نہیں ہوتی
جہاں میں داستاں در داستاں احمد رضا تم ہو
بلا سے تیرگی بڑھتی رہے چلتی رہے آندھی
چراغ حق کا حامی بیگماں احمد رضا تم ہو
غلامان نبی کے حق میں تم ہو موم کی صورت
منافق کے لئے تیغ رواں احمد رضا تم ہو
تمہارے نام سے تحقیق کی گتھی سلجھتی ہے
مثال بو حنیفہ نکتہ داں احمد رضا تم ہو
تمہیں نے کی حفاظت سرحدایماں کی برسوں تک
میں سچ کہتا ہوں میرے پاسباں احمد رضا تم ہو
کرم کی بھیک کی امید لیکر آگیا راہی
عطا ہو اس کو بھی کچھ مہرباں احمد رضا تم ہو

حضرت مولانا شفیق احمد صاحب شریفی

# اہل قبور سے استمداد

## سلف صالحین کی سنت ہے



آج ملت جن قیامت بردوش حالات سے دوچار اور مایوسیوں کا شکار ہے۔ اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اتحاد و اتفاق کی فضا بنانے ایمان میں تابندگی، عمل میں جوش، اور احساسات میں یقین پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی۔ اور عزم و حوصلوں کی ایسی فانوس روشن کی جاتی جس کی روشنی میں ملت مظلوم کا قافلہ اپنی منزلوں تک پہنچنے میں ہدایت و رہنمائی حاصل کرتے۔

اور اتحاد و اتفاق کے مضبوط ہاتھوں سے مشکلات کے خارزار کو عافیتوں کے چمن زار میں تبدیل کرتا۔ لیکن براہو جماعتی عصبیتوں اور گروہی تنگ نظری کا جو آج کے قیامت بردوش ماحول میں بھی اختلافات دبی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دینا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے — دوسری جماعت کے لٹریچرس، رسائل اخبارات اور کتابوں کا مطالعہ کرنے والے حضرات جانتے ہیں کہ ان جماعتوں کے ذمہ دار اور اصحاب قلم کس طرح مختلف فیہ مسائل پر اپنی انرجی کو صرف کرکے گروہی عصبیت اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی نشو و نما میں پیہم و مسلسل مصروف عمل ہیں۔ اکثر اخبارات و رسائل دیکھنے کے بعد یوں لگتا ہے۔ جیسے ان جماعتوں کے پاس کرنے کا اور کوئی کام نہیں۔ جس ہفتہ وار کو دیکھئے، علم غیب اور میلاد و قیام کی بحث سے بوجھل نظر آئے گا۔ جس ماہنامہ کو اٹھائیے، اعراس، میلاد فاتحہ اور استمداد کی بحثوں کو اپنے دامن میں سمیٹے نظر آئے گا۔ جب صورت حال اتنی ناگفتہ بہ ہو تو ہماری دینی اور جماعتی ذمہ داری ہے کہ ان موضوعات پر مسلمانوں کو وہ ذہن دیں جو کتاب و سنت کا تقاضہ ہے جو ہمارے اسلاف کی سنت ہے۔

آج پوری شدت کے ساتھ اس غلط نظریئے اور باطل فکر کو پھیلانے کی جد و جہد کی جارہی ہے کہ اہل قبور سے استمداد قرآن و سنت کے خلاف اور اولیاء اللہ سے وسیلہ مانگنا سلف صالحین سے ثابت نہیں۔ یہ محض عہد حاضر کی پیداوار بدعت ہے جسے سُنیوں نے اپنے مفاد کی خاطر ایجاد کیا ہے — اولیاء اللہ سے استمداد اور وسیلہ کا انکار اتنا ہی غلط ہے جتنا سورج کی چمک کو دیکھ کر رات کہنا اور ستاروں کی بساط دیکھ کر دن کہنا۔ سچی اور حقیقت بردوش بات یہ ہے کہ اولیاء اللہ اور بزرگان دین سے وسیلہ طلب کرنا اور اہل قبور سے استمداد بزرگان دین کی ایسی سنت متواترہ ہے جس سے انکار کی جرأت وہی کرے گا جس کی عقل و خرد ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئی ہو۔

صحیح یہ ہے کہ جس طرح اولیاء کرام اور بزرگان دین سے حیات ظاہری میں تصرفات کا ظہور ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح قبر سے بھی ان کے فیضان روحانی کی عطر بیزی مشام مصائب کو معطر و معنبر کرتی رہتی ہے اور وہاں سے بھی ارواح طیبہ کے تصرفات کی برکتوں کی سلسبیل مایوسیوں کی خشک کیاریوں میں امید و یقین کی نمی پیدا کررہی ہے۔ مانگنے والوں نے جب ان آستانہ جات پر دامن اور جھولی پھیلائی خدائے قادر و قیوم نے ان کے طفیل میں ان کے دامنوں کو گوہر مقصود سے معمور فرمایا۔

اب ملاحظہ کیجئے کہ صدر اول کے بزرگوں کی روش اس باب میں کیا تھی اور وہ بزرگوں سے استمداد اور وسیلے کے متعلق کن خیالات کا اظہار فرماتے ہیں — امام جزری رحمۃ اللہ علیہ حصن حصین کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ایک نابینا شخص نے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ میں نابینا ہوں مجھے بینائی چاہیئے ۔ حضور نے اس کی گزارش سن کر فرمایا کہ تم اس دعا کو پڑھا کرو ۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور نبی رحمت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے تیری جانب متوجہ کرتا ہوں ۔ اے محمد! میں متوجہ ہوتا ہوں آپ کے طفیل میں اپنے رب کی جانب، اپنی اس ضرورت کے سلسلے میں تاکہ میری ضرورت پوری ہو ۔ میرے خدا! میرے نبی کو میرا شفیع بنا ۔ (ترجمہ) حصن حصین ص ۱۲۵ ۔

اس صحیح روایت کو ترمذی نے نسائی ۔ اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے ۔ شخص مذکور نے انہیں الفاظ کے ساتھ اس دعا کا ورد کیا ۔ اس کی آنکھ کی روشنی اس کو واپس مل گئی ۔ عہد صحابہ میں جب کسی کو کوئی مشکل پیش آتی تو صحابہ کرام اسی دعا کی تلقین فرماتے ۔ اور حضور کے وسیلے سے ان کی مشکلیں حل ہو جاتی ۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مشکل میں گھرے ہوئے ایک شخص کو یہی دعا وسیلہ بتائی ۔ اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے اور حدیث صحیح فرمایا ہے خود اس حدیث شریف کے لئے محدثین نے جن الفاظ سے آغاز باب کیا ہے وہ اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا مستحسن و مندوب ہے اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے محدثین ان الفاظ میں باب قائم کرتے ہیں ۔ باب من کان لہ حاجۃ الیٰ اللہ تعالیٰ او الیٰ احد من خلقہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ یا کسی مخلوق سے حاجت و ضرورت کا باب ۔

اگر بصیرت اور نگاہ انصاف ہو تو صرف یہی ایک حدیث اپنی مدعا کے ثبوت میں ہر طرح مکمل اور بھرپور ہے ۔ اگر تسلیم نہ کرنے کی قسم کھائی گئی ہے تو ثبوت و براہین کے انبار بھی لاحاصل ہیں ۔

امام شمس الدین جزری مقامات اجابت دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔ قلت وان لم یجب الدعاء عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ففی ای موضع یستجاب (حصن حصین ص ۲۴) یعنی اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے قریب بھی دعا مقبول نہ ہوگی تو پھر کس جگہ ہوگی ۔ پھر فضل اماکن اجابت میں اور زیادہ وضاحت کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں ۔ وعند القبور الانبیاء علیھم السلام وجربت استجابۃ الدعا عند قبور الصالحین ۔

انبیاء علیہم السلام کی قبروں پر دعا مقبول ہوتی ہے اور صالحین کی قبروں کے نزدیک دعا کی مقبولیت مجربات سے ہے ۔

دارمی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں بارش نہ ہونے کے سبب قحط کی کیفیت پیدا ہو گئی پریشاں حال مسلمانوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا اور اس کے مناسب حل کی درخواست کی ۔ ام المؤمنین نے فرمایا تم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر مبارک پر جاؤ اور روضۂ انور میں ایک ایسا سوراخ کرو کہ اس کے اور آسمان کے درمیان کسی طرح کا کوئی حجاب باقی نہ رہے ۔

چنانچہ آپ کی ہدایت پر ایسا ہی کیا گیا پھر سوراخ ہوتے ہی موسلادھار بارش ہوئی (دارمی باب اکرم اللہ نبیہ بعد موتہ ص ۲۵)

اس طرح ایک مرتبہ عہد فاروقی میں قحط پڑا اور لوگ پریشان حال ہوئے تو ایک صحابی نے حضور کے قبر انور پر حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ امت کی خبر لیجئے ۔ اس استغاثہ کے بعد رات کو جب وہ سوئے تو حضور نے انھیں قحط کے دفع ہونے اور برسات برسنے کی بشارت سے سرفراز فرمایا (استیعاب جلد دوم ص ۴۳۶) اوپر کی دونوں حدیثیں اس بات کی شہادت ہیں کہ حضرات صحابہ کرام کا عہد مبارک توسل اور استمداد کا زمانہ تھا ۔ اور صحابہ حضور کی قبر شریف پر حاضر ہو کر امداد طلب کرتے اور مراد پاتے تھے ۔ اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ آیا تو اس زمانے کے بزرگوں کا عقیدہ و مزاج بھی حسن توسل سے معمور تھا ۔

حضرت امام ابن عبد البر جو اپنے وقت کے سربراہ حفاظ حدیث اور امام المحدثین تھے وہ سیدنا ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں ۔ وقبر ابی ایوب

قبر سور دھا معلوم الی الیوم معظم یستسقون بہ فیسقون۔ (استیعاب جلد ۱ ص ۱۵۶)

حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو چار اماموں میں ایک امام جلیل المرتبت عالم اور تاج الاولیاء میں وہ ارشاد فرماتے ہیں۔ قبر موسی الکاظم تریاق مجرب الاجابۃ الدعا۔ (اشعۃ اللمعات)

یعنی حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قبر انور دعائی قبول کے لئے تریاق و مجرب ہے۔ یہ صرف امام موصوف کا قول ہی نہیں بلکہ وہ استمداد و توسل کے قائل ہونے کے ساتھ ہی ساتھ وسیلہ قلب بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ امام المجتہدین فقیہ الامت حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس سے حضرت امام شافعی کا برکت حاصل فرمانا اور امداد طلب کرنا مستند اور معتبر روایتوں سے ثابت ہے امام موفق بن احمد مکی اپنی کتاب "مناقب الامام الاعظم" کے صفحہ ۱۹۹ میں مختلف اسناد سے روایت کرتے ہیں کہ علی ابن میمون کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ "ابوحنیفہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور برابر ان کی زیارت کو جاتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز ادا کرتا ہوں۔ پھر ان کی قبر پر ان کے توسل سے دعا کرتا ہوں۔ اور فی الفور میری ضرورت پوری ہو جاتی ہے (صلح الاخوان ص ۸۳) اور محدث کبیر علامہ ابن حجر مکی خیرات الحسان میں اس طرح رقمطراز ہیں۔ اعلم انہ لہ یزل العلماء و ذو اللحاجات یزوردون قبرہ (ای قبر ابی حنیفہ) جاننا چاہیئے کہ علماء اور ضرورت مند ہمیشہ حضرت امام ابوحنیفہ کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور اپنی حاجتوں کے پورا ہونے میں ان سے وسیلہ طلب کرتے ہیں۔

اور سنیئے! علامہ ابن الجوزی اپنی کتاب صفوۃ الصفوہ میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام احمد ابن حنبل کے تلمیذ رشید اور فقہ و حدیث کے امام، امام ابراہیم حربی نے فرمایا ہے کہ قبر معروف الکرخی التریاق المجرب وسیلہ جلیلہ ص ۱۳۹ حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قبر شریف کے سلسلہ میں یہ عقیدہ تنہا حضرت ابراہیم حربی ہی کا نہیں تھا بلکہ بغداد کے جملہ اکا[برین] امت اپنی ضرورتوں میں ان کے توسل اور استمداد کو تریاق مجرب یقین کرتے تھے۔

چنانچہ امام ابوالقاسم قشیریہ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ کان من المشائخ الکبار مجاب الدعوات یستسقی بقبرہ یقول البغداد یون قبر معروف تریاق مجرب۔ یعنی جلیل المرتبت مشائخ کرام حضرت کی قبر سے طلب شفا کرتے تھے۔ اہل بغداد کا کہنا ہے کہ ان کی قبر تریاق مجرب ہے (رسالہ قشیریہ ص ۱۱)

امام حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں۔ کہ شیوخ المحدثین۔ مجتہد مطلق امام ابوبکر ابن خزیمہ اکابر محدثین اور علماء کرام کی جماعت کے ساتھ حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مزار مقدس پر انتہائی ادب و احترام اور عاجزی و انکساری کے ساتھ حاضر ہو کر اپنی ضرورتوں میں استمداد کرتے اور فیوض و برکات رضویہ سے مالامال ہو کر جاتے تھے۔ مشہور محدث ابن حبان فرماتے ہیں کہ جب ہم پر کوئی مصیبت نازل ہوتی تو ہم سیدنا امام رضا کے مشہد مقدس پر حاضر ہو کر آپ کے توسل سے دعا کرتے تھے۔ امام موسیٰ رضا کی خیر و برکت اور فیضان روحانی سے ہماری بلائیں ٹل جاتی تھیں اور حاجتیں پوری ہو جایا کرتی تھیں۔

امام حافظ ابوقاسم ابن عساکر فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ صالح علامہ ابی عبد اللہ محمد ابن محمد بن عمر الصفار نے روایت کی ہے کہ اسفرائن میں ابوعوانہ محدث کا مزار مقدس زیارت گاہ عالم ہے۔ پھر وہ اپنے جد امجد تاج الاسلام امام فاضل عمر صفار کا حال بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ جب وہ استاد ابواسحاق کی قبر مبارک پر جاتے تو شدت ادب و تعظیم کے خیال سے مقبرہ کے اندر داخل نہ ہوتے بلکہ آستانہ بوسی کے بعد کمال ادب و احترام سے کھڑے رہتے اور جب

محدث ابوعوانہ کے مزار شریف پر حاضر ہوتے تو اس سے بھی کہیں زیادہ تعظیم و توقیر بجالاتے اور ادب و تعظیم کا التزام کرتے اور بہت دیر تک کھڑے رہ کر فیض و برکت حاصل کرتے (ابن خلکان ص۸۷)

شیخ الاسلام امام تاج الدین سبکی اپنی طبقات جلد دوم ص۱۵ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ استاد حافظ ابو علی غسانی فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ ابوالفتح نصر سمرقندی نے بیان کیا ہے کہ ایک سال سمرقند میں سخت ترین قحط پڑا۔ کئی بار نماز استسقاء پڑھی گئی لیکن بارش نہ ہوئی۔ جب لوگ قحط سے تنگ آگئے تو سمرقند کے ایک صالح متقی اور پارسا بزرگ نے قاضی سمرقند کو یہ مشورہ دیا کہ تمام لوگ سیدنا امام بخاری کی قبر انور پر حاضر ہوں۔ اور وہاں چل کر دعائیں مانگیں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی برکت سے دعا قبول کرے گا۔ اور باران رحمت کا نزول ہوگا۔ قاضی شہر نے اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لوگوں کو ساتھ لیا۔ اور حضرت امام بخاری کے مزار شریف پر حاضر ہو کر بارش کی دعا مانگی۔ لوگ قبر شریف پر خوب روئے اور امام سے وسیلہ اور مدد طلب کی۔ اور حضرت کی قبر شریف کی برکت سے اسی وقت اس قدر بارش ہوئی کہ جل تھل ایک ہوگیا۔ (ترجمہ)

---

مندرجہ بالا واقعات، فرمودات، ارشادات اور تعامل کی روشنی میں یہ بات واضح اور روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ محدثین، ائمہ مجتہدین، بزرگان دین اور صاحب علم وفضل حضرات اولیاء کرام کے مزارات و مقابر سے فیضان روحانی حاصل بھی کیا کرتے تھے اور صاحب قبر کے تصرفات کے قائل بھی تھے۔ اب اگر اس کے بعد بھی بات سمجھ میں نہ آئے اور توسل و استمداد پر انکار کا اصرار قائم رہے تو ہم اسے بھی بزرگان دین کا تصرف ہی سمجھیں گے جیسے اولیاء اللہ اپنے فیض سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ اسے فیضان روحانی کا منکر بنا دیتے ہیں۔

---

## رحمت عالم کا بقیہ صفحہ ۷ سے آگے

مگر تھوڑی دیر۔ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیجئے۔ یا اس سے کچھ زیادہ کر دیجئے۔ اور قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھئے۔

چنانچہ جس وقت آپ کو قبر انور میں لٹایا جا رہا تھا۔ اس وقت بھی صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے دیکھا کہ لبہائے مبارک متحرک ہیں۔ جب آپ نے کانوں کو قریب کیا تو وہی رَبِّ هَبْ لِي أُمَّتِي رَبِّ هَبْ لِي أُمَّتِي۔ کی صدائیں نکل رہی تھیں۔ سبحان اللہ۔ پھر جب قیامت کے دن تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ اس وقت بھی آپ مقام محمود پر سجدہ ریز ہوں گے۔ اور وہاں بھی رَبِّ هَبْ لِي أُمَّتِي رَبِّ هَبْ لِي أُمَّتِي۔ کی صدا بلند فرما رہے ہوں گے۔؟

محبت کا حق یوں ادا کون کرتا
یہ سجدہ ہمارے سوا کون کرتا

مولانا منظر قدیری

# کنوارِی ماں

یہ کنواری ماں حضرت مریم ایک عالی خاندان کے چشم و چراغ تھی، خدا نے انھیں تقدس کے انمول گوہر سے نوازا تھا۔ وہ ایسی پاک دامن جن کی عفت کی قسم کھائی جاسکتی ہے اور فضیلت و برتری ایسی کہ کتاب الٰہی شاہد ہے۔ اس مقدس کتاب کے آئینہ میں ہم حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی بابرکت ہستی کے خد و خال دیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر ہمارے پاس اور کوئی آئینہ نہیں جس میں ان کا حقیقی روپ دیکھ سکیں۔

فاقوذ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ ایک تو حضرت زکریا علیہ السلام کے نکاح میں تھی جس کا نام اشاع تھا۔ اور جس کے بطن سے بہار زندگی کے آخری ایام میں حضرت یحییٰ علیہ السلام تشریف لائے اور دوسرا حنہ جو عمران کے عقد میں تھی یہی حضرت مریم کی مادر مہربان ہیں۔

ماہ و سال گزرتے رہے لمحۂ زندگی ایک ایک پتھر کی طرح عمر کی چٹان سے کھسکتا رہا۔ زندگی کی بہار بھی دیکھی پت جھڑ کے ایام بھی دیکھے لیکن شجر حیات بار آور نہ ہو سکا حتیٰ کہ عمر رسیدہ اس درخت کی طرح ہو گئی۔ جس میں پھل کی امید موہوم ہو گئی کہ یاس کے عالم میں ایک دن کسی پیڑ کی گھنی چھاؤں تلے بیٹھی تھی کہ اس نے ایک پرندہ کو دیکھا جو اپنے بچہ کو دانہ چگا رہا تھا۔ اس نظّارہ نے اسے بے تاب کر دیا۔ نسوانی تمنائیں جاگ اٹھیں بے اولاد تھی اولاد کا پاکیزہ ارمان پھول کی طرح مسکرا اٹھا اسی کیف و سرور کے جذبات میں جناب الٰہی میں اس نے دعا کی۔

اے قادر مطلق! میری شاخ امید پر ننھا سا پھول کھلا دے اور یہ منت بھی مانی کہ اگر مراد کے پھول سے دامن بھر گیا۔ تو اسے بیت المقدس کی خدمت کرنے کے لئے وقف کر دے گی۔

دل سے نکلی ہوئی دعا باب اجابت سے سند قبول لے کر واپس آئی، وہ سب کی سنتا ہے بے جان ہڈی میں حیات کی لہر دوڑا دینا اسی کا کام ہے اور جب عمران کی بیوی حنّہ حاملہ ہو گئی۔ تو پھر اس نے اپنی نذر کا اعادہ کیا۔ اے رب جو کچھ میری بطن میں ہے اسے (بیت المقدس کے لئے) آزاد کرتی ہوں۔ تو اسے شرف قبولیت عطا فرما۔

اس عہد میں یہ رواج تھا کہ لوگ اپنے بیٹوں کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کرتے تھے تاکہ وہ بارگاہ الٰہی میں اپنی اطاعت و فاشعاری کی سند حاصل کریں چونکہ بیت المقدس کی خدمت گزاری کے لئے ذکور میں سے ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ عورت اپنی نسوانی کمزوری اور طبعی امراض کے باعث اس قابل نہ سمجھی جاتی تھی کہ اللہ کے مقدس گھر کی خدمت اس کے سپرد کئے جائیں مگر اس مشیت ایزدی کو کیا کہیئے کہ زوجۂ عمران کے گھر ایک نسوانی پیکر نے آنکھیں کھولیں اور منّت کے لحاظ سے اس کا نام بھی مریم ہی رکھا۔ جس کے معنی عابدہ کے ہیں۔

عمران اپنی زندگی کی آخری بیماری کا نتیجہ بھی نہ دیکھ سکے کہ خدا نے اسے کتنا شاداب پھول عطا فرمایا ہے اور وہ خدا کے پیارے ہو گئے۔ کوئی دوسری آس نہ تھی اس لئے مریم کی ماں نے اسے ایک کپڑا میں لپیٹ کر بیت المقدس کے احبار کے سامنے رکھ دیا احبار کی یہ جماعت حضرت ہارون کی اولاد پر مشتمل تھی۔ حضرت مریم چونکہ ان کے امام و صاحب قربانی کی صاحبزادی تھی اور ان کا خاندان بنی اسرائیل میں بڑا معزز اور صاحب علم و فضل تھا۔ اس لئے سب نے حضرت مریم کی کفالت کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت زکریا نے فرمایا میں ان کی کفالت کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہوں۔ کیونکہ

ان کی خالہ میری بیوی ہے آخر کار معاملہ قرعہ اندازی پر ڈال دیا گیا۔ اور قرعہ فال حضرت زکریاہی کے نام نکلا۔

عہد طفولیت کے شب و روز، کرم الٰہی کے بادلوں کی طرح برستے اور گرجتے رہے چنانچہ حضرت مریم ایک دن میں نشوونما کے اتنے مرحلے طے کر لیتی جتنے اور بچے ایک سال میں! ۔ انھوں نے اپنی ماں کا دودھ بھی نہیں پیا بلکہ بے موسم پھلوں کے ذریعہ ان کی غذا مہیا ہوتی رہی اور وہ ننھی سی جان ربوبیت خاص کی ٹھنڈی چھاؤں میں پروان چڑھتی رہی۔

حضرت زکریا جب کبھی ان کی دیکھ ریکھ میں پہنچتے تو ان کے پاس بے موسم پھل دیکھ کر حیرت میں ڈوب جاتے اور فرماتے اے مریم یہ کہاں سے آتا ہے؟ وہ جواب دیتی اللہ کی جانب سے اس طرح حضرت مریم اپنے خالو حضرت زکریا کی کفالت میں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھی مگر ان کی جوانی عام نسوانی جوانیوں کی طرح نہ تھی بلکہ وہ تقدس کا ایک پیکر اور پاکیزہ خیالات کا ایک تھی۔ جب کبھی انھیں عذر طبعی پیش آتا خالو کے دولت کدہ پر چلی جاتی اور پاک وصاف ہو جانے کے بعد پھر لوٹ آتی۔

ایک بار جب حیض کے ایام بیت گئے تو شرم و حیا کی چادر میں خود کو چھپا کر بیت المقدس کے مشرقی حصہ میں ایک مکان میں چلی گئی جہاں انھوں نے غسل کر کے طہارت حاصل کی اور کپڑے پہنے کہ ناگاہ ایک نوجوان خوبرو عمدہ لباس میں نمودار ہوا۔ یہ ملکوتی پیکر حضرت جبرئیل تھے۔ جو لباس بشری میں آئے تھے۔ حضرت مریم انھیں دیکھ کر گھبرا سی گئیں۔ اور اس پیکر تقدس کے لئے اضطراب کی بات بھی تھی۔ انھیں خطرہ سالاحق ہوا کہ مبادا کوئی بات نہ ہو جائے۔

اس صورت حال میں وہ اللہ کی پناہ ڈھونڈنے لگی حضرت جبرئیل سے یہ الجھن پوشیدہ کب رہ سکتی تھی۔ اس لئے کلائر سدرہ نے کہا۔ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔ اور تجھے ایک ستھرا بیٹا دینے آیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت مریم حیرت میں پڑ گئی اور بولی میرا لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی آدمی نے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار تھی ـــ

مطلب یہ ہے کہ بچہ دو طرح سے پیدا ہوتا ہے نکاح یا زنا سے اور ان دونوں چیزوں سے میں پاک پھر کس طرح میرا لڑکا پیدا ہوگا۔ یہ ان کا قدرت نہیں بلکہ انتہائی حیرت کا مظاہرہ ہے اس پر جبرئیل نے کہا ایسا ہی تیرے رب نے فرمایا کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے تاکہ اسے ہم اپنی قدرت کی نشانی بنائیں اور اپنی رحمت کا اظہار کریں۔ اور یہ تو (لوح محفوظ) میں مقدر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل نے ان کی آستین یا گریبان میں پھونک ماری اور اسی وقت مریم حاملہ ہو گئی اور دن گزرتے رہے۔

حضرت مریم کے حمل سے سب سے پہلے جو باخبر ہو سکے وہ یوسف نجار تھے جو انھیں کے رشتہ دار اور زاہد و عابد شخص تھے۔ ان کے دماغ میں ایک الجھن پیدا ہو گئی۔ اور وہ بڑے شش و پنج میں پڑ گئے۔ آیا مریم سے حقیقت دریافت کی جائے یا نہیں۔ آخر ضبط کے پیمانے ٹوٹ گئے اور انھوں نے پوچھ ہی لیا کیا بغیر بیج کے درخت ہوتا ہے۔ اس کا جواب مریم نے نفی میں دیا تو کیا پھر لڑکا بغیر باپ کا ہوتا ہے اس پر مریم بولی حضرت آدم بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے۔ اس جواب سے یوسف نجار مطمئن سے ہو گئے۔

جب وضع حمل کے دن قریب آئے تو حضرت مریم خاندانی وقار و پاس ناموس کی خاطر بیت اللحم جو شہر ایلیا سے چھ میل دور واقع ہے چلی گئی تاکہ وقت کی نکتہ چیں و عیب جو نگاہوں سے بچی رہے۔ آخر کار اس نازک لمحے نے زندگی کے دروازے پر دستک دی۔ جو عورت کی موت و حیات کا پیغام لے کر آتا ہے ـــ یعنی دردزہ کا آغاز ہوا اس بے چارگی و بے بسی کے عالم میں حضرت مریم ایک کھجور کی جڑ میں بیٹھ گئی۔ اور انتہائی یاسیت و قنوطیت کے لہجہ میں لب کشا ہوئی افسوس میں مر چکی ہوتی اور میرا نام و نشان مٹ گیا ہوتا۔ بیت المقدس کے مجاور اور دوسرے لوگ بھی

مجھے اچھی طرح روشناس ہیں کہ میں ایک معزز و شریف خاندان کی نور نظر ہوں اور ایک برگزیدہ پیغمبر میری کفالت فرماتے ہیں اب میرا فرزند تولد ہو رہا ہے اور میں ابھی تک کنواری ہوں۔ میرے رب اس رسوائی کا کیا علاج ہو۔؟ اس کرب کے عالم میں رحمت کردگار نے آواز دی مریم.... تو غم نہ کر خدا نے تیرے نیچے چشمہ جاری کر دیا ہے اور خشک پیڑ میں کھجوریں لگی ہیں تو اسے جنبش دے کھجوریں کھا اور آنکھیں ٹھنڈی کر اور اگر کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ میں نے چپ کا روزہ رکھا ہے۔ یہ برکت ہے۔ حضرت مریم کی ابھی جس عورت کا لڑکا پیدا ہو وہ تر و تازہ کھجور کھایا کرے زچہ کے لئے افادیت کے لحاظ اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ جس طرح بیمار کے لئے شہد۔

جب حضرت مریم عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لے کر مجاوروں کے پاس آئیں تو انھوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں یہ عجیب بات ہے تیرے والد بُرا تو نہ تھے اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ اس پر حضرت مریم نے اشارے سے یہ سمجھایا کہ خود اُسی سے دریافت کر لو تو ایک آدمی متعجب ہو کر بولا ہم اس سے کیونکر بات کریں جو ابھی گود میں ہے مگر دوسرے سے نہ رہا گیا اس نے پوچھ ہی ڈالا تیرا باپ کون ہے؟

حضرت عیسیٰ نے جواب میں فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے نبی اور صاحب برکت بنایا صلوٰۃ و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی......

یہ ہے حضرت مسیح کی ولادت کا پس منظر قرآن کا یہ واقعاتی انداز کتنا صاف حقیقت پر مبنی اور بے غبار ہے۔ واقعہ میں یہ پوری وضاحت موجود ہے کہ وہ خدا کا بندہ اور اس کے مقدس رسول ہیں ہم مسلمانوں کا بھی یہی ستھرا عقیدہ ہے البتہ مسیحی گروپ نے جو عقیدوں کے مختلف خانوں میں بٹا ہوا ہے بڑی افراط و تفریط پیدا کر دی ہے۔ مسیحی ذہنوں نے یہ عقیدہ تراشا ہے کہ اللہ باپ، بیٹا اور روح القدس تین چیزوں سے مرکب ہے۔ باپ سے ذات الٰہی بیٹے سے صفت کلام اور روح القدس سے حیات مراد ہے تو صفت کلام کی آمیزش جسد عیسیٰ میں ہو گئی۔ پانی اور دودھ کی آمیزش کی طرح۔ اور یہ وہم پیدا کر لیا کہ باپ اللہ ہے بیٹا اللہ ہے اور روح القدس اللہ اور کل اللہ واحد ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ کا اشارہ اسی عقیدہ کی طرح ہے۔

ایک نصرانی رشید کی بارگاہ میں پہنچا اتفاق سے حسن بن علی واقدی بھی وہاں موجود تھے۔ نصرانی نے سوال کیا کہ کلام اللہ میں ایک ایسی آیت موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کا جزء ہے دریافت کیا گیا وہ کون سی آیت ہے۔ تو نصرانی نے بتایا ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ یہ من تبعیض کے لئے ہے جس کا مقتضیٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کا جزء ہیں۔

شیخ نے جواب دیا اگر یہاں من تبعیض کے لئے ہے تو اللہ تعالے کا فرمان وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ یہاں بھی جزئیت ثابت تو مخلوق کا ہر فرد خدا کا جزء ہوگا۔ اس طرز استدلال سے نصرانی مبہوت رہ گیا اور مشرف باسلام ہو گیا۔

نجران کا ایک وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہا ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ہمارے صاحب کو برا کہتے ہیں آپ نے فرمایا وہ کون ہے؟ بولے وہ حضرت عیسیٰ ہیں جنھیں آپ بندۂ خدا تصور کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ واقعی خدا کا بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ وفد کے دماغوں میں حیرت کی لہر دوڑ گئی بولے کیا اس کی کوئی مثال مخلوق میں ملتی ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہو؟

آپ نے برہان کے طور پر قرآن کی یہ آیت پیش کی۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ الخ۔ آدم و عیسیٰ علیہما السلام کی تخلیق ایک جیسی ہے بلکہ حضرت آدم کی تخلیق حضرت عیسیٰ سے بھی نادر تر ہے کہ ان کی تخلیق میں مرد و عورت میں سے کسی کا بھی واسطہ نہیں ہے اور حضرت عیسیٰ میں کم سے کم عورت کا واسطہ تو موجود ہے اس اعتبار سے عیسائی ذہنوں کو حضرت آدم میں بیٹے کا تصور بدرجہ اتم کرنا چاہیئے۔ مگر ایک طرفہ

(بقیہ صفحہ ۳۱ پر)

حضرت علامہ سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی — سنٹرل جیل بریلی۔ نومبر ۱۹۷۶ء

# نغمۂ قفس

قدم قدم پہ ہیں پابندیاں زباں کیلئے — کہاں سے لاؤں زباں ان کی داستاں کیلئے
بھٹک گئے ہیں قدم کاروانِ منزل سے — کوئی اٹھاؤ قدم میر کارواں کیلئے
وہ گلستاں جسے خون جگر سے سینچا تھا — نہ چار تنکے ملے مجھ کو آشیاں کیلئے
نہ مسکراؤ گلو یہ ہیں انقلاب کے دن — بہار لائی گئی ہے مگر خزاں کیلئے
بدل تو سکتا ہے انداز گلستاں اب بھی — جو تھوڑی عقل ذرا دیدے باغباں کیلئے
ترے بھی حوصلے پیر فلک رہیں باقی — لہو زمیں کو دیا میں نے آسماں کیلئے
ہزاروں در ہیں ہزاروں ہیں خواہشاتِ صنم — کہاں سے لاؤں جبیں اور کہاں کہاں کیلئے
یہ قید و بند یہ تنہائیاں ارے توبہ! — یہ دن نہ لائے خدا میرے کارواں کیلئے

جو دن دکھائے مظفر ہیں اس زمانے نے
وہ دن بھی آئے گا واللہ مہرباں کے لئے

حضرت عنبر بہرائچی

اندوہ مسلسل سے کچھ دل پہ یوں گزری تھی — آئینے کی باہوں میں جو شکل تھی، دھندلی تھی
انعام چشیدہ تھے لمحات سبھی اپنے — جب میری شکستوں پر وہ آنکھ بھی چھلکی تھی
صحرا زدہ پیاسے تھے مسرور بہت لیکن — امرت کے سمندر میں زہر آب سی تلخی تھی
جس راہ سے گزرے تھے مردان جنوں مشرب — برفیلی ہوا میں بھی اک شعلہ مزاجی بھی

سہمی ہوئی قدروں کے گمنام جزیروں میں
عنبر کی انا نے ہی بسنے کی خطا کی تھی

مولانا محمد شفیع صاحب

# حضرت خواجہ معین الدّین چشتی

## رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات ظاہری و باطنی کمالات کی جامع و برگزیدہ ہستی تھی۔ شریعت و طریقت اور رشد و ہدایت کی سرچشمہ تھی۔ ایسی کامل ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوا کرتی ہیں۔ روحانی کمالات و تصرفات کے باعث اولیا واللہ کے آپ مقتدا، اعظم ہیں خصوصاً سلسلہ چشتیہ کے آپ سلطان اولیاء ہیں۔ آپ کے حالات طبیعات سے واقف و آگاہ ہونا سعادت مندی کا سرچشمہ اور نیک بختی کا ذریعہ ہے۔ ذیل کے سطروں میں آپ کے جملہ محامد و محاسن کی طرف ایک جھلک دکھائی گئی ہے۔ تاکہ اہل عقیدت اس سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمتہ کا مبارک نام حسن ہے اور معین الدین آپ کا لقب ہے۔ والد بزرگوار کا اسم گرامی غیاث الدین محمد اور والدہ ماجدہ کا اسم شریف ام الورع تھا جو ایک نہایت دیندار اور اسم بامسمی خاتون تھیں۔ والد ماجد کی طرف سے آپ حسینی ہیں اور والدہ مکرمہ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے جد اعلی سید احمد حسین، بنی عباس کے مظالم سے تنگ آکر اپنے وطن اصفہان سے ہجرت فرما کر سنجر نام قصبہ میں اقامت گزیں ہو گئے۔ اسی قصبہ میں آپ کے والد ماجد خواجہ غیاث الدین محمد علیہ الرحمتہ متولد ہوئے۔ جو اپنے وقت کے اولیاء کاملین میں شمار کئے جاتے تھے اور علم و فضل میں اپنے ہم عصر علماء و مشائخ سے بہت ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ اور ساتھ ہی مادی اعتبار سے بھی آپ امیروں میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ کا مولد سنجر ایک مردم خیز قصبہ ہے۔ یہ قصبہ ایران و خراسان کے کنارے تہران سے ڈیڑھ سو میل شمال مشرق کے کونہ پر واقع ہے۔ اسی مبارک قصبہ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ بھی ۵۳۰ھ، ۵۳۵ھ، ۵۳۶ھ، ۵۳۷ھ علی اختلاف الروایات کو پیدا ہوئے۔ یہ زمانہ بڑے امتحان و آزمائش کا تھا۔ مسلمانوں کو ہر چہار طرف سے داخلی و خارجی آزمائشوں کا مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا۔ ایک طرف گمراہ و بیدین فرقوں نے ایمان و یقین کی بنیادوں کو متزلزل کر رکھا تھا۔ تو دوسرے طرف خونخوار درندہ صفت تاتاریوں نے اسلام و معاشرہ اسلامی کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمتہ ابھی سات ہی برس کے تھے کہ تاتاریوں نے آپ کے وطن سنجر کے سلطان پر بھی حملہ کر دیا، بڑے کشت و خون کے بعد مسلمان ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہو گئے۔ شکست کے بعد رفتہ رفتہ ترک وطن کر کے لوگ دوسرے پرامن مقامات کی طرف ہجرت کر گئے۔ خواجہ علیہ الرحمتہ کے والد ماجد بھی مع اہل و عیال خراسان جا کر اقامت گزیں ہو گئے۔ آپ کی عمر شریف ابھی ۱۴ سال ہی کی تھی کہ آپ کے والد بزرگوار کا سایہ عاطفت آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ اور ابھی یتیمی کا داغ مٹنے بھی نہ پایا تھا کہ آپ کی والدہ ماجدہ بھی وفات پا گئیں۔ آپ کے ترکہ میں ایک باغ اور ایک پن چکی ملی، یہی دونوں آپ کے لئے ذریعہ معاش تھے۔

جن حالات کے پیش نظر آپ کے والد بزرگوار نے خراسان آکر اقامت اختیار کی تھی۔ وہی حالات بدامنی قتل و غارت اور مصائب و آلام کے پہاڑ خراسان پر نازل ہو گئے۔ اور خراسان پر بھی تاتاریوں نے اپنی درندگی، بربریت اور کشت خون کا بازار گرم کر دیا۔

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے حساس قلب نے ان جاں گداز واقعات و حوادث سے بہت زیادہ حزن و ملال محسوس کیا۔ اور ساتھ ہی زمانہ کی نیرنگیوں نے آپ کے مقدس قلب میں ایسے گہرے تاثرات ڈالے کہ دنیا کی بے ثباتی و ناپائیداری کا نقوش آپ کے مبارک قلب میں ثبت ہو گیا۔ اور آپ کی حق بیں نگاہوں کے سامنے حقائق و معارف کا ایسا انکشاف ہوا کہ اس فانی دنیا کا عیش و آرام یہاں کی دولت و حشمت اور تمام مصائب و آلام صرف چند روزہ ہیں۔ حقیقی راحت و سکون اور دائمی مسرت و خوشی انسان کو اسی وقت مل سکتی ہے۔ جب کہ اس کو اللہ تعالےٰ کا عرفان و مشاہدہ حاصل ہو جائے۔

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے معصوم دل میں روحانیت و عرفانیت کا احساس ہوا ہی تھا۔ اور آپ روحانی علوم و معارف کی طرف متوجہ ہوئے ہی تھے کہ اسی اثناء میں حسن اتفاق سے ایک دن اچانک آپ کے باغ میں حضرت ابراہیم قندوزی جو ایک بہت بلند مرتبہ مجذوب تھے۔ تشریف لے آئے۔ آپ نے حضرت مجذوب کی بڑی قدر و منزلت کی اور نہایت ادب و احترام سے اپنے معزز و محترم مہمان کی خاطر تواضع میں مشغول ہو گئے۔ اور اپنے باغ سے کچھ تازہ انگوروں کے خوشے پیش کئے۔ حضرت مجذوب نے حسب عادت کچھ کھایا۔ کچھ پھینک دیا۔ اور اپنے پاس سے کچھ روٹی کے ٹکڑے نکال کر دیئے اور کہا کہ اسے کھالو، حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے حکم کی تعمیل کی، اور وہ ٹکڑے کھائے۔ حضرت مجذوب چلے گئے۔

لیکن اس سے حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے قلب و ضمیر میں ایک عجیب انقلاب رونما ہونے لگا۔ آپ کی فطری اور باطنی صلاحیتوں میں ایک غیر معمولی اجالا اور روشنی پیدا ہو گئی۔ اور آپ کو یہ شرح صدر ہوا کہ دنیاوی علائق کو ترک کر کے خدا کی یاد میں اور حق کی تلاش میں آپ نکل کھڑے ہوئے۔ اور یہ ٹھان لیا کہ حیات مستعار کا ہر لمحہ مخلوق خدا کی خدمت گذاری اور ان کی اصلاح و ہدایت میں ہی بسر کریں گے۔

اگرچہ تاتاری درندوں کے دست برد سے اسلامی علوم و فنون کے بڑے بڑے مراکز تباہ و برباد ہو چکے تھے، لیکن سمرقند و بخارا میں ابھی تک خورشید اسلام پوری تابانی کے ساتھ نور افشانی کر رہا تھا اور یہ دونوں شہر بڑے بڑے علماء اور صلحاء امت کا ماوٰی و ملجا بنے ہوئے تھے۔ اس لئے خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ علوم اسلامیہ کی تحصیل و تکمیل کے لئے سمرقند و بخارا تشریف لے گئے۔ چنانچہ بیس سال کی عمر میں تفسیر و حدیث، فقہ اور معارف و اسرار وغیرہ علوم حقیقیہ اور علوم حکیمیہ میں آپ نے پوری پوری مہارت حاصل کر لی، علوم معتدا ول سے فراغت کے بعد آپ نے روحانی تعلیم و تربیت کے لئے بغداد شریف کا قصد فرمایا۔ کیونکہ اس وقت شیخ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کے باطنی کمالات کی دھوم چار دانگ عالم میں مچی ہوئی تھی۔ آپ وہاں پہنچ کر حضرت شیخ ہارونی علیہ الرحمۃ سے۔۔۔۔ مرید ہو گئے اور بیس برس تک حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں رہکر روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی، اور خرقہ و مصلیٰ اور خلافت کی نعمت سے بھی حضرت شیخ ہارونی علیہ الرحمۃ نے آپ کو سرفراز فرمایا۔

ابھی حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ روحانی تربیت پا ہی رہے تھے کہ اسی اثنا میں شیخ ہارونی علیہ الرحمۃ حج بیت اللہ شریف کے۔۔۔۔ ارادے سے مکہ معظمہ تشریف لے جانے لگے۔ تو اپنے ہمراہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کو بھی لے گئے۔ ادائے حج کے بعد شیخ ہارونی علیہ الرحمۃ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے اللہ ۔۔۔۔ تو نے معین الدین کو میرے سپرد فرمایا تھا۔ آج میں اس درویش باصفا کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تو اسے قبول فرما۔ پھر مدینہ پاک کی زیارت کے لئے آپ تشریف لے گئے۔ اور وہاں سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ منورہ پر حاضر ہو کر صلوٰۃ سلام کا تحفہ پیش کر کے مراقبہ حق میں مشغول و منہمک ہو گئے۔ دوران قیام ایک رات خواب میں رسول پاک کی زیارت سے آپ مشرف ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے معین الدین۔ تم ہندوستان جا کر اسلام کی تبلیغ کرو۔ یہ مژدہ جانفزا اور بشارت کبریٰ کے پاتے

ہی آپ ہندوستان کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں بغداد شریف ہمدان، تبریز، اصفہان، خراسان، ہرات، بلخ وغیرہ ہوتے ہوئے اور بڑے بڑے علماء کرام اور مشائخ عظام کی ملاقاتوں اور صحبتوں سے فیوض و برکات کا افادہ و استفادہ فرماتے ہوئے غزنی تشریف لے آئے اور وہاں شیخ عبدالواحد رضی اللہ عنہ سے کچھ دن تک اسرار و معارف کی روحانی مجلسیں گرم رہیں۔ پھر غزنی سے روانہ ہو کر اپنے چالیس ہمراہیوں کے ساتھ آپ لاہور تشریف لے آئے اور حضرت داتا بخش رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں مقیم ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ دلی کے لئے روانہ ہو گئے اور کچھ روز تک یہاں بھی قیام فرمایا پھر ۵۸۷ھ کے قریب آپ اجمیر شریف تشریف لے آئے۔

ہندوستان نے جو باطنی اور روحانی طور پر حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمتہ کی آمد کا مشتاق و منتظر تھا۔ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے اطمینان و مسرت محسوس کی، اس تیرہ و تاریک ملک میں پہنچ کر آپ نے ہدایت و اصلاح اور عرفان و روحانیت کی ایسی شمع روشن فرمائی کہ آج تک سارے ہندوستان میں اس کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔

چونکہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمتہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہی کے لئے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اس لئے آپ کا ہر لمحہ اسلام کی سچائیوں کی تبلیغ و اشاعت ہی میں صرف ہوتا تھا۔ آپ کا ہر قول و فعل اسلامی تعلیمات کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھا۔ اجمیر پہنچ کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے آپ ۴۵ سال تک سرگرم اور منہمک رہے۔

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی برگزیدہ شخصیت ان کامل ہستیوں میں سے ایک ممتاز ہستی ہے جنھوں نے بلحاظ رشد و ہدایت دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا کیا ہے۔ آپ ایک بلند پایہ زاہد و قدوۃ السالکین ہونے کے ساتھ ساتھ مصلح اعظم اور مبلغ اعظم بھی تھے۔ اور علوم و اسرار، رموز و مکاشفات اور عرفان الٰہی کے درجہ کمال پر فائز و متمکن تھے۔

اسلامی دنیا میں یوں تو بے شمار عالم، فاضل، امام فن اور پیشوا ملت ایسے گزرے ہیں جنھوں نے مختلف زمانوں میں عصری رجحانات و ضروریات کے پیش نظر انسانوں کی اصلاح و درستی اور ہدایات و رہنمائی کی نہایت قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان تمام اکابر اور ائمہ کرام کے کارناموں سے اسلامی دنیا قیامت تک فیضیاب ہوتی رہے گی۔

لیکن حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمتہ نے اگرچہ ائمہ مذاہب اور مجتہدین ملت کی طرح، عقاید اسلامیہ اور احکام شرعیہ کے قواعد و اصول کی تفصیل و توضیح نہیں فرمائی۔ اور نہ ہی آپ نے کثیر التصانیف علماء کی طرح اسلامیات سے متعلق بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، مگر آپ نے شخصیت کی تعمیر کا سب سے مشکل کام انجام دینے میں وہ نمایاں اور ممتاز کارنامے انجام دیئے ہیں۔ جن کے فیوض و برکات سے ہندوستان کی سرزمین حقیقت و طریقت کے گلہائے رنگین سے رشک چمن اور فخر گلستان بنی ہوئی ہے۔ اسلام کی بنیاد کو مضبوط و مستحکم اور مقبول بنانے میں جیسی عظیم خدمات آپ نے انجام دی ہیں۔ اس کی مثال عالم اسلام پیش کرنے سے عاجز ہے۔

بلاشبہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمتہ کی قدسی خصوصیات شخصیت جملہ فضائل و کمالات کی جامع تھی۔ آپ اقلیم علم و عرفاں کے شہنشاہ تھے۔ آپ نے ہندوستان جیسے عظیم ملک میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا اہم ترین فریضہ انجام دیتے رہنے میں زبردست کامیابی حاصل فرمائی جہاں آپکا نہ کوئی یار و مددگار تھا۔ نہ کوئی خاندانی رشتہ دار تھے۔ ملک غیر، حکومت دشمن، رعایا خون کی پیاسی، زبان ناآشنا، پھر طرح طرح کے مصائب و آلام کا سامنا، غرض یہاں کے مجموعی حالات و کیفیات قطعی ناساز گار تھے۔ پھر بھی آپ نے بتائید الٰہی اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی وہ محیر العقول خدمات انجام دی ہیں کہ رہتی دنیا تک عالم اسلام آپ کا منت پذیر اور احسان مند رہے گا۔

تاریخ اسلام میں آپ کا سب سے بڑا شاہکار یہی ہے کہ آپ نے اخلاقی اور علمی فضائل و کمالات کے ذریعہ اساطین علم و معرفت

کی تعلیم و تربیت فرمائی اور آپ کے باطنی تصرفات و کمالات کے توسط سے صدہا اہلِ عرفان کی شخصیتوں کی تعمیر ہوئی اور پھر ان کے ذریعہ سلسلہ بہ سلسلہ بے شمار لوگ ایمان و عرفان کی دولت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اصلاح و ہدایت کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ سب کچھ آپ ہی کی مساعیٔ جمیلہ کا فیض ہے کہ چار دانگ ہند میں اسلام کا ڈنکا بج رہا ہے۔

جب حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ فرائض تبلیغ کو پایۂ تکمیل تک انجام دینے میں کامیاب ہو چکے اور ہندوستان کی سرزمین کفر و ضلالت کو وحدانیت و عرفان الٰہی کی روشنی سے منور فرما چکے تو آپ نے سفر آخرت کی تیاری شروع کر دی۔ آثار و قرائن سے مخلصین کو احساس ہو چکا تھا کہ اب خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی دائمی مفارقت کا وقت قریب آگیا ہے۔ بالآخر وہ وقت آہی گیا۔ جس کا آنا سب کے لئے ناگزیر ہے اور ۹۸ سال کی عمر میں مورخہ ۶ ر رجب ۶۳۳ھ کو آپ نے دار فانی سے رحلت فرمائی اور آغوش رحمت الٰہی میں مقیم ہوئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

بڑے بڑے اولیاء اللہ آپ کے آخری دیدار کے لئے حاضر ہوئے۔ جنازے کی نماز آپ کے صاحبزادہ خواجہ سید فخر الدین نے پڑھائی۔ آپ کا جسم اطہر آپ ہی کے حجرہ شریف میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کی مقدس خواب گاہ ہونے کا لازوال شرف راجستھان کے مشہور شہر اجمیر کو حاصل ہے۔ اسی لئے یہ مبارک شہر اجمیر شریف اور دار الخیر اجمیر کے اعزازی ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

## ضروری اعلان

ہر ماہ کی ۲۴ ر ۲۵ ر تاریخ کو پاسبان پوسٹ ہوتا ہے، اگر کسی ماہ کی ۱۰ ر تاریخ تک آپ کو رسالہ نہ ملے تو اطلاع دیں دوبارہ رسالہ بھیجدیا جائیگا۔ خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ کا آنا ضروری ہے۔

مینجر

## علماء، ائمہ مساجد کی ضرورت

شہنشاہ خطابت علامہ مشتاق احمد نظامی

میسور، کرالا، آندھرا، گجرات، خاندیش، راجستھان کے طویل دورہ کے بعد ۲۰ اپریل تک الہ آباد پہنچ رہے ہیں۔ آپ کی اطلاع کے بعد جب ان علاقوں میں ائمہ مساجد اور مدرسین کی کافی تعداد میں ضرورت ہے۔ لہٰذا جو لوگ ملازمت کے خواہش مند ہوں وہ علامہ نظامی کے نام دار العلوم غریب نواز الہ آباد نمبر ۳ کے پتے پر اپنے خطوط روانہ فرمائیں۔ جس میں وہ اپنی تعلیم اور اسناد کی صراحت کر دیں۔ ایسے ہی ٹرسٹیان مساجد و مکاتب و مدارس کے منتظمین کو بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ حسب ضرورت دار العلوم غریب نواز سے رابطہ پیدا کریں تاکہ علامہ نظامی کے توسط سے ان کی ضرورتیں پوری کی جائیں۔

ادارہ پاسبان

## اورنگ زیب کا بقیہ صفحہ ۲۸ سے آگے

کروڑوں پیشروں کی طرح تمھیں تمھاری بس تمام ملک و املاک اور تمھارے تعلقات کو چھوڑنے پر مجبور ہوا اور اپنی بھلائیاں یا برائیاں اپنے ساتھ لے آیا۔ مگر تم لوگوں نے میری روح کو اس قدر کوسا اور اتنا ستایا کہ آخر مجھے طول طویل چھٹی کے لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تمھاری تعریفوں سے نہ تو کچھ میرا فائدہ ہوتا ہے اور نہ تمھارے کوسنے سے نقصان ہوتا ہے۔ البتہ تمھارا خود ذاتی نقصان ہے۔ تم اپنی شرافت کو خود بٹہ لگا رہے ہو اور تمھاری موجودہ حکومت کو بدظن ہونے کا موقعہ ملتا ہے لہٰذا اس بے کار کام کو چھوڑ دو اور ملک و قوم کی ترقی کا خیال کرو آپس میں اتفاق و اتحاد سے رہو اسی میں تمھارا بھلا ہے۔ اور نااتفاقی کے نتائج آج بھی تمھارے سامنے موجود ہیں

تمھارا خیر طلب۔

اورنگ زیب، از جنت الفردوس ۱۹۷۹ء

جناب اسلم بستوی

# واردات

احباب اور بزرگوں سے معذرت کے ساتھ



## "مس" "تق" "بل"

مولانا دانش علی فریدی بڑی باغ و بہار طبیعت کے مالک ہیں۔ اور شعر و سخن کا اچھا مذاق بھی رکھتے ہیں ـــ ایک نشست میں ان سے کسی نے فرمائش کی کہ "مولانا! مستقبل پر کوئی شعر سنائیے"

فوراً جواب دیا۔ "ملاحظہ فرمائیے"

پہلے اس نے "مس" کہا پھر "تق" کہا پھر "بل" کہا
اس طرح ظالم نے مستقبل کے ٹکڑے کر دیئے

## بے بہرہ اور مجمع البحرین

اردو صحافت کی خاموش خدمت کرنے والے۔ جناب ایڈوکیٹ مظفر حسین صدیقی صاحب سخن فہمی کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ موصوف احباب کے ساتھ اپنے گھر پر بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شاعر بھی ٹپک پڑے۔ جو کہنے سے زیادہ سنانے کے مریض واقع ہوئے ہیں۔ موقع پاتے ہی کہنے لگے۔ "مظفر صاحب" بالکل تازہ اشعار"؟

یقیناً "صورت ببیں، حالت مپرس، رفع حاجت کی اجازت ہے" مظفر صاحب نے جواب دیا۔ پھر موصوف نے ایک شعر سنایا۔ جو بحر سے خارج تھا۔ مظفر صاحب نے کہا۔ "حضور آپ کا یہ شعر بے بہرہ ہے۔"

پھر انھوں نے دوسرا شعر پڑھا اتفاق سے اس کے دونوں مصرعے دو الگ الگ بحروں میں تھے۔ مگر شاعر موصوف نے شعر پڑھنے کے بعد بڑے طمطراق سے کہا۔ "اس پر کیا فتویٰ ہے۔؟" "مجمع البحرین" مظفر صاحب نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔

## قدر لفافہ

نئی حکومت نے اپنے مالیاتی بجٹ میں لفافے وغیرہ کی قیمتیں بڑھانے کی تجویز پیش کی تھی۔ ابھی یہ تجویز بجٹ اجلاس سے منظور بھی نہ ہونے پائی تھی کہ لکھنؤ کے ایک شاعر نے یہ رباعی لکھ ماری۔

مجھ میں اب نامہ نویسی کی تب و تاب کہاں
ڈاکیہ آئے تو اس سے مرا مکتوب نہ مانگ
قیمت و قدر لفافہ میں اضافے کی قسم
مجھ سے پہلی سی محبت مرے محبوب نہ مانگ

## ابن عبدالوہاب کی داڑھی

حسان الہند حضرت بیکل اتساہی کی خوب صورت "کالی" داڑھی ایک دن ضرورت سے زیادہ چمک رہی تھی۔ "میں نے دیکھتے ہی کہا" سبحان اللہ" چہرہ ہے سویرا تو حسیں شام ہے داڑھی ـــ بیکل صاحب بھی ترنگ میں آکر کہنے لگے۔ تو "مولانا" کیوں نہ آج داڑھی ہی پر اشعار کہے جائیں۔ اور پھر مندرجہ ذیل اشعار فی البدیہہ اسی نشست میں کہہ ڈالے۔"

حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی

# باب الاستفتاء

سوال - زید نے اپنی بہو شہر بانو سے کہا کہ ذرا بیڑی جلاکر دینا۔ شہر بانو بیڑی جلاکر لائی اور زید کو جب دینے لگی تو زید نے شہر بانو کی انگلی پکڑلی رات کا وقت تھا۔ زید چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے کچھ دن کے بعد زید نے شہر بانو سے کہا کہ اگر میرا کہا مانوگی تو بہت آرام سے رہوگی۔ زید اپنی بہو سے پاؤں بھی دبواتا ہے۔ ایک عالم کہہ رہے ہیں کہ شہر بانو کا نکاح اس کے شوہر سے ختم ہوگیا۔ صحیح حال سے مطلع کریں۔

جواب - زید نے اگر شہر بانو کی انگلی شہوت کے ساتھ پکڑی یا پاؤں دباتے وقت شہوت ہوگئی۔ اغلب یہی ہے کہ ضرور شہوت ہوگی یا ہوجائے گی۔ اس صورت میں ضرور شہر بانو اپنے شوہر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی۔ عالمگیری میں ہے

وکن انحرم المزنی بھا علی آباء الزانی واجداده وان علوا وابنائه وان سفلوا جس عورت سے زنا کی گئی وہ زانی کے باپ دادا نانا اور زانی کے بیٹے پوتوں نواسوں پر حرام ہوجاتی ہے۔ آگے ہے۔ کما تثبت ھذه الحرمة بالوطی تثبت بالمس والتقبیل والنظر الی الفرج بشھوة یہ حرمت جیسے ہمبستری سے ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح شہوت کے ساتھ چھونے بوسہ لینے اور شرم گاہ دیکھنے سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ چھونے اور پاؤں دبانے یا انگلی پکڑتے وقت شہوت تھی یا نہیں۔ اس بارے میں زید کے قول پر انحصار ہے۔ اگر وہ کہہ دے کہ شہوت تھی تو حرمت ثابت اور اگر کہہ دے کہ شہوت نہیں تھی تو حرمت کا حکم نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر شہر بانو کا شوہر یہ مان لے کہ یہ شہوت کے ساتھ تھا۔ تو اگرچہ زید کہتا ہے کہ میں نے شہوت کے ساتھ نہیں چھوا تھا حرمت ثابت ہوجائے گی۔ اسی میں ہے۔

قبل الاب امرأة ابنه بشھوة وھی مکرھة و انکر الزوج ان یکون بشھوة فالقول قول الزوج وان صدق الزوج وقعت الفرقة

کسی نے بہو کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا۔ اور بہو مجبور تھی۔ اس کا شوہر کہتا ہے کہ شہوت کے ساتھ نہیں تھا۔ تو شوہر کی بات مقبول ہے۔ اور اگر شوہر اس کی تصدیق کرے تو جدائی واقع ہوجائے گی۔ پاؤں دبوانے میں ایک فرق اور ہے۔ اگر پاؤں پر کپڑا نہیں۔ یا کپڑا ہے اور بہت باریک ہے کہ ایک کی گرمی دوسرا محسوس کرتا ہو تو حرمت ثابت ہوگی اور اگر کپڑا بہت موٹا ہو کہ گرمی محسوس نہ ہوتی ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اسی میں ہے

ثم المس انما یوجب حرمة المصاھرة اذا لم یکن بینھما ثوب اما اذا کان بینھما ثوب فان صفیقا لا یجد الماسی حرارة الممسوس لا تثبت حرمة المصاھرة وان کان رقیقا بحیث یصل حرارة الممسوس الی یده تثبت۔ چھونے سے حرمت اس وقت ثابت ہوگی جب کہ کوئی کپڑا حائل نہ ہو یا حائل ہو تو اتنا پتلا ہو کہ ہاتھ تک گرمی پہنچے اور اگر اتنا موٹا ہو کہ چھونے والے کو گرمی نہیں پہنچی تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اگرچہ شہوت ہوجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال - فتاویٰ رضویہ میں بعض مسائل ایسے ہیں جنھیں پڑھ کر شرم آتی ہے۔ آخر اس قسم کے جنسی مسائل لکھنے کی کیا ضرورت تھی بعض مسائل ایسے ہیں کہ وہ وجود میں آتے ہی نہیں۔ کوئی شریف آدمی اس کو گوارا نہیں کر سکتا کہ ایسا کرے۔ مثلاً حالت نماز میں بوسہ لینا۔ دیوبندی غیر مقلد اس کا بہت پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اس کا کیا جواب ہے۔

جواب - فتاویٰ رضویہ میں حوالہ بھی ہے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے اپنے جی سے نہیں لکھا ہے۔ واقعہ نہیں تھا تو سائل نے سوال کیوں کیا اور کیا تو جواب نہ دینا مناسب تھا کہ جواب دینا۔ دنیا میں سبھی شریف ہی نہیں بستے۔ اور نہ خدا ترس ابھی شہر بانو کا جو مسئلہ گزرا کیا وہ شریف آدمی کا کام ہے۔ خدا ترس کا کام ہے مگر دارالافتاء آئے تو پتہ چلے۔ یہ واقعات کتنے ہوتے ہیں۔ اور حکم اتنا سخت کہ باپ جس عورت کو شہوت کے ساتھ چھو دے وہ عورت اس کے بیٹے پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے نکاح باطل ہو جاتا ہے۔ اب مفتی خاموش رہے۔ حرام کاری ہونے دے۔ یہی دین ہے یہی دیانت داری ہے۔ بالتحقیق یہ بات معلوم ہوئی کہ بہت سے علاقے میں خسر اپنی بہوؤں سے پیر دبواتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ یہ مسئلہ شائع کر دیا جائے۔ اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عین حالت نماز میں کوئی اپنی بیوی کا بوسہ لے لے ہو سکتا ہے کہ شوہر شرابی ہو۔ شراب کے نشے میں اپنی عورت کا نماز کی حالت میں بوسہ لے لے کیا ایسا نہیں ہے کہ شوہر شرابی ہو اور عورت نیک صالح نمازی۔ پھر یہ مسئلہ صرف فتاویٰ رضویہ ہی میں نہیں فقہ کی بہت سی کتابوں میں ہے صرف ایک حوالہ درج کیا جاتا ہے۔ فقہ حنفی کی بہت متداول کتاب درمختار ہے۔ اس میں ہے۔

مص ثدیہا ثلثا او مرۃ ونزل لبنہا او مسہا بشہوۃ او قبلہا بدونہا فسدت لا لو قبلتہ ولم یشتہا و الفرق ان فی تقبیلہ معنی الجماع۔

عورت کا پستان چوسا تین مرتبہ یا ایک بار اور اس کا دودھ اتر آیا۔ یا اسے شہوت کے ساتھ چھوا یا بغیر شہوت اس کا بوسہ لیا عورت کی نماز فاسد ہو گئی۔ اور اگر عورت نے مرد کا بوسہ لیا تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوئی۔ اگر مرد کو شہوت نہ ہوئی تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ مرد کا بوسہ لینا جماع کے حکم میں ہے۔ صرف درمختار ہی نہیں ردالمحتار جوہرہ حلبیہ بحر غنیہ خلاصہ وغیرہ میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے۔

غیر مقلدین سے تو تعجب نہیں۔ مگر دیوبندیوں پر ضرور حیرت ہے کہ وہ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور احناف کی جملہ کتابوں میں مذکور مسئلہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ حنفی ہونے کا دعویٰ چھوڑ کر مذاق اڑاتے تو ایک بات تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ ان کی حنفیت کا بھانڈا چوراہے پر پھوٹے تو کوئی اور کیا کرے۔ یہ تو ایک حکم شرعی ہے۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت تھی۔ یا نہیں اس کو مفتی صاحبان خوب جانتے ہیں۔ مگر اس پر دیوبندی نہیں۔

سوپ تو سوپ چھلنی بھی جس میں بہتر چھید۔ ذرا کوئی دیوبندی صاحب جائیں یہ جو ارواح ثلثہ میں گنگوہی اور نانوتوی صاحبان کی بھری خانقاہ شریف کی کرامت ہے۔ یہ تصوف کا کوئی باب ہے یا کوک شاستر کا کوئی پنا۔ قاری طیب صاحب اپنے والد سے راوی ہیں کہ انھوں نے روایت کیا۔ ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے۔ حضرت گنگوہی بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا۔ جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے مولانا ہر چند فرماتے ہیں۔ میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے حضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہنے دو۔ سارے دیوبندی مل کر بتائیں اس کرامت کی تحریر کی کیا ضرورت تھی اور سنئے تھانوی صاحب کے ایک نیاز مند عرض کرتے ہیں۔ ذکر میں پہلے مزا آتا تھا اب نہیں آتا۔ میاں (تھانوی) نے کہا۔ ذکر میں کہاں مزا۔ مزا تو منی میں ہوتا ہے جو بی بی سے ملاعبت کے وقت خارج ہوتی ہے۔ اضافات الیومیہ ص ۲۶۸ ج ۴

یہی تھانوی صاحب افاضہ میں فرماتے ہیں۔

مکتب کے لڑکوں نے حافظ جی کو نکاح کی ترغیب دی۔ کہ حافظ جی نکاح میں بڑا مزا ہے حافظ جی نے کوشش کر کے نکاح کیا اور رات بھر روٹی لگا لگا کر کھائی۔ مزہ کیا خاک آتا صبح کو لڑکوں پر خفا ہوتے ہوئے آئے۔ سسرے کہتے تھے کہ بڑا مزا ہے بڑا مزا ہے۔

ہم نے روٹی لگا کر کھائی ہمیں تو نمکین معلوم ہوئی نہ میٹھی نہ کڑوی۔ لڑکوں نے کہا حافظ جی مارا کرتے ہیں۔ آئی شب حافظ جی نے بیچاری کو خوب زدوکوب کیا۔ دے جوتہ دے جوتہ۔ پھر صبح کو آئے اور کہنے لگے سسرُوں نے دق کر دیا۔ رات ہم نے مارا ابھی کچھ مزہ نہ آیا اور رسوائی ہوئی۔ تب لڑکوں نے کھول کر حقیقت بیان کی کہ مارنے سے کیا مراد ہے۔ اب جو شب آئی تب حافظ کو حقیقت منکشف ہوئی۔ صبح کو جو آئے تو مونچھوں کا ایک ایک بال کھل رہا تھا اور خوشی میں بھرے ہوئے تھے۔

افاضات الیومیہ ص۱۴۷ اسی پر بس نہیں اور سنئے ایک اور فتوی تھانوی صاحب کا بی بی کی ساق (پنڈلی) سے رگڑ کر (منی) نکال دے یا اس کے ہاتھ سے خارج کرا دے (امداد الفتاوی جلد دوم ص۱۶۳)

یہ باتیں نقل کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے مگر دیوبندی اماموں کو شرم نہیں آتی۔ اور مزدوری فتوی پر کیچڑ اچھالنے چلے ہیں۔ آپ کو دیوبندی مولویوں کی دانستہ فریب دہی کو دکھانا ہے اور ان کی سرشت کو بے نقاب کرنا ہے۔ رہ گئے غیر مقلد تو ان عقل و دیانت کے فاقہ کشوں سے کیا شکایت۔ ان کے مذہب کی بنیاد ہی اس پر ہے کہ پوری امت کو برا کہو ان پر طعن کرو۔ مگر ان کی ذہن دوزی کے لئے بخاری شریف کے صرف دو باب پیش کرتا ہوں۔ باب المباشرۃ للصائم۔ روزے دار کا روزہ کے حالت میں کسی عورت کے ساتھ لیٹنا۔ دوسرا باب ہے۔ باب القبلۃ للصائم وقال جابر بن زید۔ ان نظر فامنی یتم صومہ۔

روزے کی حالت میں روزے دار کسی کا بوسہ لے تو کیا حکم ہے۔ جابر ابن زید نے فرمایا۔ اگر دیکھا اور منی نکل آئی تو روزہ پورا کرلے۔ غیر مقلد صاحبان بتائیں آپ لوگوں کے نزدیک بخاری کا درجہ قرآن مجید سے بھی بڑھا ہوا ہے اس میں یہ جنسی مسائل کیوں۔ کیا یہ بھی بقول آپ لوگوں کے کوک شاستر ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ وھو تعالےٰ اعلم

---

# اپیل

دار العلوم غریب نواز! دینی بیگانگی اور مذہب بیزاری کے موجودہ دور میں، دین متین کی سچی تبلیغ و اشاعت کر رہا ہے۔ اس ادارہ میں آقائے نامدار مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت اور بزرگان دین و صلحائے امت سے عقیدت رکھنا سکھایا جاتا ہے۔

**دار العلوم غریب نواز!** جہاں دینی سچائیوں کی نشر و اشاعت کر رہا ہے وہیں ساتھ ساتھ مہمانان رسول کے کھانے کا نظم، کتاب و روشنی کا اہتمام اور دوا علاج وغیرہ کی سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔

**دار العلوم غریب نواز!** سلطان الہند خواجہ غریب نواز کے مشن کا علمبردار ہے۔ اگر سرکار خواجہ آپ کے مرکز عقیدت ہیں اور آپ بھی ان کے روحانی فیوض و برکات سے مالامال ہونا چاہتے ہیں تو کسی بھی موقع پر دار العلوم غریب نواز الٰہ آباد کو نہ بھولئے۔

یاد رکھئے! **دار العلوم غریب نواز الٰہ آباد!** باطل کے مقابلے میں ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جہاں سے ہر سال کثیر تعداد میں عالم حافظ اور قاری، حفظ و قرأت اور درس نظامیہ کی تکمیل کر کے ملک کے اطراف و اکناف میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ اس سال بھی بہار، بنگال، یوپی اور مہاراشٹر کے کثیر تعداد میں بچے تعلیم دین حاصل کر رہے ہیں۔

لیکن دین حق کے ان سپاہیوں کے لئے جملہ سہولتیں فراہم کرنا آپ کا ملی فریضہ ہے۔ اگر دار العلوم کی جانب سے کوئی محصل آپ تک بروقت نہ پہنچ سکے تو آپ زکوٰۃ و عشر کی مد سے اس کا حصہ اپنے پاس محفوظ رکھئے۔ یا مذکورہ ذیل پتہ پر ارسال کیجئے۔

**ناظم دار العلوم غریب نواز مرزا غالب روڈ الٰہ آباد ۳**

# اورنگ زیبؒ کا خط اہلِ ہند کے نام

پیارے ہم وطنوں! گو میرا خط طویل ہے مگر اس کا ایک ایک حرف غور سے پڑھو اور اس پر عمل کرو تمہارے لئے یہ اکسیر اعظم کا نسخہ ہے میں نے تم لوگوں کو ہم وطن کے خطاب سے مخاطب کیا گو۔ میرا خاندان ابتدا میں وسط ایشیا سے آیا مگر سات پشتوں سے ہندوستان میں رہنے، تم لوگوں میں زندگی بسر کرنے، تمہاری ہی زمین میں مدفون ہونے اور اپنے پسماندگان کو تمہارے ہی ملک اور ملک کی آب و ہوا کے رحم پر چھوڑنے سے مجھے یہ استحقاق ہے کہ تم کو ہم وطن کہوں اور کوئی وجہ نہیں کہ تم لوگ بھی مجھے ہم وطن نہ سمجھو میں تم ہی میں پیدا ہوا، تم ہی میں پرورش پائی، تم ہی میں پڑھا اور بڑا ہوا اور تم ہی میں مرا۔ غرض کہ تم اگر ہندوستانی تھے تو میں بھی ہندوستانی تھا۔ میں نے بہ حیثیت شہنشاہ ہند تم لوگوں سے جو میری رعایا تھے۔ جو کچھ وصول کیا اس کا نام خواہ مالیہ زمین رکھو یا ٹیکس وہ سب تم لوگوں پر اور تمہارے ہی ملک پر صرف ہوا نہ اس میں سے ایک کوڑی اپنے سابقہ آبائی وطن کو بھیجی اور نہ سوائے دو پارچہ کفن کے کوئی چیز اپنے ساتھ قبر میں لایا تم مانو یا نہ مانو مگر میرے بزرگوں کو اور مجھ کو تم سے اور تمہارے وطن سے محبت تھی۔ اور باوجود یہ کہ تمہارے بزرگوں میں سے بعض نے میری زندگی میں مجھ سے بغاوت کی مجھ کو دق اور تنگ کیا اور میرے انتقال کے بعد بھی جس کو قریب تین صدی کے ہوا تم سے بعض اب تک مجھ پر تبرے بھیج رہے ہیں۔ تمہارے اکثر بزرگوں کی خدمتیں وفاداریاں اور جاں نثاریاں مجھے اب تک یاد ہیں مجھے تم سے اب بھی محبت ہے۔

یہ رسم قدیم ہے کہ اقبال کے دنوں میں صاحب اقبال کا ہر ایک ثنا خوان اور خوشامد کرنے والا ہوتا ہے اور زوال کے دنوں میں اپنے دست پرورد اور نمک خوار بھی ملامتوں کی بوچھار شروع کر دیتے ہیں۔ میں بھی اس رسم قدیم سے کسی طرح مستثنیٰ یا بری نہیں ہو سکتا۔ مجھ پر تم لوگوں میں سے بعض نے تعصب خود غرض اور طرح طرح کے ظلم و ستم کے الزامات لگائے اور اب تک میرا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ مگر مجھے اس کا مطلقاً رنج نہیں ہے سعدی شیرازی نے سچ کہا ہے۔

نہ بینی کہ پیش خداوند جاہ
ستایش کنان دست بر بر نہند
در اقبال و جاہش در آرد ز پائے
ہمہ عالمش پائے بر سر نہند

میں تم لوگوں کی طرح انسان تھا، فرشتہ نہ تھا۔ اور یہ بھی مانتا ہوں کہ بحیثیت انسان مجھ سے غلطیاں سرزد ہوئی ہوں لیکن اگر جزا و سزا کا انحصار نیت پر ہے تو خدائے علیم کے حضور میں اس سلوک کے لئے ہرگز شرمسار نہیں جو میں نے بحیثیت شہنشاہ ہند اپنی زندگی میں تم لوگوں سے کئے۔ میرا ضمیر اس کے لئے مجھے مطلقاً شرمندہ نہیں کرتا۔ مجھے ان تبرّہ بازیوں سے مطلق رنج نہیں ہوتا جو میرے مرنے کے بعد تم لوگ مجھ پر کر رہے ہو۔ اور نہ مجھے ان لوگوں کی تحسین و آفرین سے خوشی ہوتی ہے جو میری تعریف کرتے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں اپنے ایمان اور کانشنس کے مطابق اپنے فرائض ادا کئے۔ جس کی کمی و بیشی پر سزا و جزا دینا صرف خدائے قادر و توانا کے اختیار میں ہے

برا تھا یا بھلا میں جانوں یا میرا خدا جانے
قیامت کو بھی رہنے دو گے کوئی فیصلہ باقی

مگر مجھے شرم آتی ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کو تم لوگوں

نے میرے نام اور میرے قصوں کو باہمی نزاع و فساد کا ذریعہ اور
ملک میں بدامنی پھیلانے کا سبب بنا رکھا ہے۔ کوئی میری شکایت
کرتا ہے اور کوئی حمایت میں پیشتر ہی کہہ چکا ہوں کہ شکایت سے
رنجیدہ ہوتا ہوں اور نہ بیجا حمایت سے خوش میں مدت ہوئی کہ مر چکا
ہوں۔ شاید میری ہڈیاں بھی قبر میں باقی نہ ہوں نہ شکایت کی تلافی
کر سکتا ہوں۔ نہ حمایت کے لئے انعام دے سکتا ہوں۔ نہ تقریباً
تین سو برس سے میں نے تم لوگوں کے مذہبی ملکی و رسمی معاملات
میں دخل دیا ہے نہ دے سکتا ہوں۔ پھر خواہ مخواہ میری روح کو
کیوں کوسا جاتا ہے۔ تم لوگوں تک میری وہ تصویر پہنچی ہے
جن کے کھینچنے والے یا تو محبت کے اندھے اصل حالات سے
جان بوجھ کر ناواقف تھے یا جو بخیال مخالفت میری خوبیوں سے
عمداً آنکھیں بند کر بیٹھے۔ یا جنھوں نے حسب تقاضائے ضرورت
وقت جس کو تمھارے زمانہ میں پالیسی کہتے ہیں۔ تاریخ کی
کتابوں میں میری اصل تصویر پر مخالفت کی رنگ آمیزی کی تم
لوگوں میں اس وقت کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جس نے
مجھے بچشم خود دیکھا ہو یا جس نے بذات خود میرے عہد کی برائی
یا بھلائی کا تجربہ کیا ہو۔ تم لوگوں میں سے جس نے جو تصویر
دیکھی اسی کو نقل مطابق اصل سمجھ لیا۔ اس لئے میں تم میں سے
کسی کو قابل الزام نہیں ٹھہراتا بلکہ بوجہ اسی قدیمی محبت کے جو
ہندوستان اور اہل ہندوستان کے ساتھ مجھے ہے اور ان خدمات
کے لحاظ سے جو تمھارے اکثر بزرگوں نے حیات میں کیں میں
دعائے خیر کرتا ہوں۔

میرا مذہب اسلام تھا، اسی مذہب میں جینا اور اسی
میں مرنا میں اپنے لئے موجب فلاح دارین سمجھتا تھا مگر اسی
کے ساتھ ہی میرا شاہی مسلک ہندوستانی تھا۔ یعنی وطن کی
مختلف اقوام کو مساوی سمجھنا اور ان کے ساتھ بلا تعصب سلوک
کرنا اسی شاہی مسلک کے لحاظ سے مسلمان باغی اور ہندو منحرف
میرے لئے یکساں قابل سزا اور ہندو وفادار اور مسلمان نمک
حلال یکساں قابل انعام تھے۔ دنیا میں کوئی بادشاہ اسلام ایسا
نہیں ہوا ہے۔ جس نے اصول سے انحراف کیا ہو۔ مسلمان جو مجھے
شہنشاہ اسلام پناہ اور حامی اسلام کہتے ہیں۔ ان کو میں شکریہ
کے ساتھ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر وہ مجھے اسلام پناہ اور حامی اسلام
صرف اس لحاظ سے کہتے ہیں۔ جس لحاظ سے تمھارا موجودہ (حامی
مذہب) کہلاتا ہے تو اس کوئی ہرج نہیں۔ لیکن اگر ان الفاظ میں
ان کا یہ مطلب ہے کہ میں غیر مذہب کا دشمن اور ان کے مقابلہ میں
مسلمانوں کی حمایت کرنے والا تھا۔ تو میرے افعال و اقوال اور
مذہب کے عقاید کے خلاف یہ باتیں بیان کرتے ہیں اگر وہ کاش
ومتھرا میں جو ہندوؤں کے مقدس شہر ہیں جائیں دیکھیں تو مندرو
اور تیخانوں کی حفاظت اور نگہداشت کے لیے جو بے شمار اوقاف
اور جاگیریں ہیں۔ وہ مسلمان بادشاہوں کی عطیات پائیں گے اور
ان میں سے بہت سے سندات اور فرامین میں میرے دستخط
گے۔ پنجاب کے مشہور و معروف مندر جوالا مکھی واقع کانگڑ
کی غور و پرداخت کے لئے دائمی جاگیر کی سندیں تانبے کے پتر
پر جو وہاں کے پوجاریوں کے پاس ہیں۔ اس پر میرا ہی طغرہ اور
میرا ہی منشور ثبت ہے۔ اسی طرح کابل و کشمیر کے منادر و معا
کے لئے میں نے جاگیریں بخشیں۔

راجہ جے سنگھ میرا ہی سپہ سالار تھا۔ راجہ جسونت سنگھ
ہی مشیر اعظم تھا۔ تم لوگ عالمگیر نامہ پڑھو اس سے معلوم
کہ میری رعایا میں سے سیکڑوں ہندو پنجہزاری ہفت ہزاری
پر مامور تھے۔ اگر تم لوگ رقعات عالمگیری میں میرا خط پڑھ
میں نے اپنے شاہزادے صوبہ دار بنگال کو لکھا تھا تو اس
یہ عبارت درج پاؤ گے۔

فرزند عالیجاہ۔ امروز فرزند نوبت رائے پیش شد
حقے داشت زندانی نہ بود۔
مستوفی گری بنگال منسوب کردیم و اسپ و شمشیر
عنایت نمودیم۔

میرے عہد کا ایک مستوفی انگریزی عہد کے ایک
اکونٹنٹ جنرل کے برابر کا عہدہ دار تھا۔ میں نے اپنے ایک

جاں نثار کے بیٹے کو وہ عہدہ دیا۔ جو آج کل تم لوگوں کو مشکل سے نصیب ہو سکتا ہے۔ اگر میں نے اپنی سلطنت کی وسعت کے لئے کسی ہندو ریاست کو فتح کیا تو مسلمان بادشاہوں کو بھی نہ چھوڑا۔ اگر میں ہندو پنڈتوں پر ناراض ہوا تو تم عالمگیر نامہ میں لکھا دیکھو گے۔ کہ میں نے خود اپنے استاد کو جب اس نے اپنی قابلیت سے زیادہ عہدہ کی درخواست کی تو سختی سے جھڑک دیا۔ میں پکّا مسلمان تھا اور مسلمانوں کے مقدس مذہب میں نہ جبراً مسلمان کرنے کا حق ہے — نہ تعصب و بے انصافی سے غیر مذہب کے معبد گرانے کا حکم اُدُّر صلیب پرست عیسائی خود ہمارے پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مسجد میں مہمان رہے اور عزت کے ساتھ رکھے گئے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے غیر مذہب کی عبادت گاہوں کو وظائف دیئے۔ اور ان کی حفاظت کی پس میں مسلمان ہو کر اپنے مذہب کے خلاف کس طرح کر سکتا تھا۔

کفرست در طریقت ماکینہ داشتن
آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن

ہنود اور بالخصوص عوام جو اصل واقعات سے بے خبر ہیں مجھے مسلمان ملیچھ ظالم جابر اور دوسرے بڑے بڑے خطابوں اور ناموں سے یاد کرتے ہیں اور مجھ پر طرح طرح کے اتہامات لگاتے ہیں۔

تمھیں لے دے کے ساری داستانیں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستم گر تھا

مگر میں بہ نسبت تم لوگوں کے جو مجھ سے ڈھائی سو برس بعد پیدا ہوئے اپنے حالات اور اپنے نیتجوں سے زیادہ واقف ہوں۔ اور مجھے دلی اطمینان ہے کہ جو اس طرح کے قصےّ اور فسانے میری نسبت تمھیں پہنچتی ہیں۔ وہ سب صحت سے بہت دور ہیں۔ میں نے کسی ہندو کو جبراً مسلمان نہیں کیا اگر میں ہندوؤں کو مسلمان کرنا چاہتا تو اسپین کے عیسائی بادشاہ فرڈنینڈ اور ملکہ ازبلا کی طرح تمام ہندوؤں کو مسلمان کر دیتا یا قتل عام کر دیتا یا سمندروں میں غرق کر دیتا یا کم از کم تمھارے ہتھیار لے کر تمھیں بے دست و پا کر دیتا شاید ازبلا اور فرڈنینڈ کی تاریخ تم نے نہ دیکھی ہو اس بادشاہ نے مسلمان خلفاء اسلام کی اولاد اور تمام رعایائے متوطن اسپین کو جبراً عیسائی کیا جنھوں نے عیسائی ہونے سے انکار کیا قتل کئے گئے یا سمندر میں ڈالے گئے اور بعض قسمت والوں کو ان کا مال و اسباب لے کر جلا وطن کر دیا گیا۔ اب اسپین میں جہاں مسلمانوں کی سلطنت ۷۰۰ سو برس رہی ایک مسلمان بھی نظر نہیں آتا ہے مگر میرا روحانی مذہب اسلام تھا نہ یہ مذہب نہ شاہی مسلک ایسے ناپاک فعل کی مجھے اجازت دیتے تھے لیکن ہندو رعایا کو قوت بازو اور اپنا داہنا ہاتھ سمجھتا رہا اور حق بات یہ ہے کہ بعض مسلمانوں کی بہ نسبت میں ہندوؤں پر زیادہ اعتبار کرتا تھا۔ ممکن ہے کہ میرے کسی مسلمان گورنر یا کارپرداز نے کسی ہندو پر جبر کیا ہو۔ یا کسی کو بادل ناخواستہ مسلمان ہونے پر مجبور کیا ہو۔ یا کسی مسلمان کے ساتھ کوئی خاص رعایت کی ہو مگر ہندوستان میں میری سلطنت بہ نسبت آجکل کے زیادہ وسیع تھی۔ میرے وقت میں تار نہ تھا ریل نہ تھی اور محکمہ ڈاک کا ایسا اعلیٰ اور عمدہ انتظام نہ تھا جیسا کہ اس ملک میں اب ہے۔ نہ پریس تھا نہ اخبارات لیکن اس زمانہ میں جب کہ تار بھی ہے ریل بھی ہے ڈاک کا انتظام عمدہ ہے حاکم وقت کو اطلاع پہنچنے کے ہر طرح کے آسان ذرایع موجود ہیں مگر باوجود اس قدر انتظام کے جو حکومت وقت رعایا کی حفاظت کے لئے کرتا ہے۔ قتل و غارتگری کے واقعات ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حکمران قوم کے اکثر گورنر وغیرہ اپنے ہم قوم اشخاص سے رعایت و مراعات بھی کرتے ہیں۔ جس کے لئے حکومت وقت ہرگز ملزم نہیں قرار دیا جا سکتا۔ پھر نہیں معلوم کہ مجھ پر اس قدر الزامات کیوں لگائے جاتے ہیں۔ حالانکہ میرے بعد زمانے نے تقریباً پونے تین برس میں بہت کچھ ترقی کر لی ہے۔ میرا زمانہ تو آج کل کے مقابلہ میں تاریکی کا زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ جہاں تک میرا علم و یقین و

ایمان شہادت دیتا ہے میں نے کسی کو بے قصور نہیں ستایا۔

چوں سایہ اس جہاں میں پھرا ہیں تمام عمر
شرمندۂ پا نہیں میرا برگ گیاہ کا

سکھ لوگ میری شکایت کرتے ہیں کہ میں نے گرو صاحب اور ان کے بزرگوں سے نہایت ناقابل برداشت سلوک کیا۔ اس میں شک نہیں کہ کسی قوم یا جماعت کے کسی مقدس بزرگ کے ساتھ بدسلوکی کرنا اس جماعت یا قوم کی سخت ناراضگی کا سبب ہوتا ہے لیکن اگر تم لوگ تاریخ کی ورق گردانی کرو سوچو سمجھو تو اس بدسلوکی کے ذمہ دار پنجاب کے کوہستان کانگڑہ کے ہندو راجہ مہاراجہ اور خود گرو صاحب کے بھائی اور رشتہ دار تھے۔ ان لوگوں نے میرے اور گرو صاحب کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کیں اور ہوا جو کچھ کہ ہوا مگر بد قسمتی سے گرو صاحب نے بھی ان غلط فہمیوں کے دور کرنے کی کوشش نہ کی تم خوب سمجھ سکتے ہو کہ جب میرے پاس ہندو راجاؤں اور رئیسوں بلکہ خود گرو صاحب کے رشتہ داروں کی طرف سے شکایتیں پہنچیں کہ میرے خلاف میری سلطنت میں ایک خود مختار سلطنت کے قیام کی تجویز ہے تو قدرتی طور پر مجھے کس قدر فکر اور تشویش ہونی چاہیئے تھی اس کا نتیجہ اور اس کے انسداد کا طریقہ کیا ہونا چاہیئے تھا۔ شاید تم نہ سمجھو مگر وہ لوگ جو سلطنتوں کے بادشاہ ہیں خوب سمجھ سکتے ہیں۔ ملک اور سلطنت کو دائمی قتل و خون ریزی اور فساد سے بچانے کی خاطر اپنے بھائیوں اور بیٹوں سے میرا برتاؤ کیسا رہا جو تمھیں اچھی طرح معلوم ہے تو اغیار باغی ہو کر مجھ سے کیا امید رکھ سکتے تھے۔ شیواجی مرہٹہ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ میرا برتاؤ اس کے ساتھ سخت رہا۔ شیواجی کا باپ شاہ جی خود شیوا جی اور اس کا بیٹا سمبھاجی سب کے سب میرے دست پرورده نمک خوار و جاگیر دار تھے۔ اس کے بیٹے کو پنجہزاری کا منصب میں نے عطا کیا۔ شیواجی نے میرے ہی عہد میں راجہ کا خطاب لیا۔

مگر میرے ہی خلاف ہتھیار اُٹھائے پس اگر میں اسے باغی کہوں تو میرا ایمان اور ضمیر دونوں مجھے نادم نہیں کرتے اگر وہ قومی اور ملکی ہمدرد ہوتا تو سورت اور مارسلور کے بے گناہ ہندو مسلمانوں کو نہ لوٹتا۔ بے خطا حاجیوں کو جو سورت کے راستے سے حج کو جا رہے تھے نہ قتل کرتا نہ ان کا مال و اسباب ضبط کرتا یہ سب باتیں تاریخ ہند میں لکھی ہیں اور مدرسوں میں تمھارا بچہ بچہ انھیں پڑھتا ہے کیا عجیب بات ہے کہ شیواجی کی سرکوبی ایک پشتینی امیر راجہ راجگان مہاراجہ جے سنگھ سوائی میرے سپہ سالار اور اس کی ہندو راجپوت فوج کے ذریعہ سے ہو مگر وہ نیت اور ارادے سے جو اس کا ہم عصر تھا تم لوگوں سے زیادہ واقف نہ ہو لہٰذا معلوم ہوا کہ اس کا حمایت مذہب کا دعوے محض حیلہ تھا۔ صرف دولت و شہرت کا حاصل کرنا اس کا مقصود تھا۔ میری نسبت تم لوگوں میں سے اکثر لوگ کہا کرتے تھے کہ میرے خاندان کی سلطنت کے زوال کے اسباب میری غلط پالیسی سے پیدا ہوئے ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں انسان تھا۔ مجھ سے غلطیاں ممکن ہیں کہ کوئی کہوں مگر یہ تو بتاؤ کہ مجھ سے بیشتر ہزاروں سلطنتوں کے زوال اور خاندان کی بربادی کے اسباب کیا تھے۔ کیا سب غلط پالیسی ہی کے پابند تھے۔ بلکہ یوں کہو کہ عرصہ سے سلطنت مغلیہ کے مخالفین در پردہ اس کی تخریب کے درپے تھے۔ جو میرے زمانہ تک سر نہ اٹھا سکے بعد ازاں کمزور ہاتھ دیکھ کر چاروں طرف سے دوڑ پڑے تاریخ تم کو بتاتی ہے کہ میرے ہزاروں طاقت ور پیشروں کی اولاد آج مفتوح و محکوم ہے میں بھی اس سے مستثنے نہیں ہو سکتا تھا۔ پیارے ہم وطنوں اور میری رعایا کے عزیز بچو دُنیا چند روزہ ہے۔ نہ اس میں کوئی پیغمبر اور ولی ہمیشہ رہا نہ دیوتا و رشی دنیاوی سلطنت اور اقبال و دولت سب آنے جانے والی چیزیں ہیں۔ آج ایک کے قبضے میں ہیں تو کل دوسرے کے قبضے میں۔

## آخری نصیحت

میں برا تھا یا بھلا ظالم تھا یا
رحیم تم میں چند روز رہکر زمانہ
کی قدیم رسم کے مطابق

بقیہ صفحہ ۳۰ پر

جناب فضل الٰہی عارف

# بالِ جبریل

جس طرح انسان کے ظاہری حواس سے کوئی مفید کام سرانجام نہیں پاسکتا۔ تاوقتیکہ عقل ان کی رہنمائی نہ کرے۔ اسی طرح نری عقل بھی سفرِ زندگی میں منزل کی طرف جادہ پیمائی کرتے ہوئے اکثر بھٹک جاتی ہے اور بعض دفعہ تو خالی عقل پر زیادہ بھروسہ ہی خطرناک گمراہی کا باعث ہوتا ہے۔ عقل انسان کو ایسے راستے پر ڈال دیتی ہے جو منزل کی طرف جانے کے بجائے منزل سے دور لے جاتا ہے۔ اور عازم کعبہ کو ترکستان پہنچانے کا سبب بنتا ہے اس لئے عقل کا نگہبان خدا نے تعلیم وحی کو بنایا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ عقل فلک پیمائیوں میں مصروف ہے ایک مقام بلند پر پہنچ کر اس کی قوت پرواز اور آگے بڑھنے پر آمادہ کرتی ہے۔ ہر دم اس کے پیش نظر یہی ہوتا ہے کہ ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ ایک جہاں کی سیر کر کے وہ چاہتی ہے کہ اس کے علاوہ بھی جو جہاں ہیں۔ ان تک بھی رسائی ہو۔ عقل کے ان سیلانی مزاج اور سیماب پائی کا نتیجہ ہے کہ انسان نے زمین پر سمندروں کی تہہ سے آبدار گوہر نکالے۔ ان کی سطحوں پر تیرنے کے لئے بڑے بڑے جہاز بنائے۔ ہر اس خزانے پر رسائی حاصل کی۔ جو زمین اگلتی ہے یا اس کے پیٹ میں مخفی پڑے ہیں اور اس طرح کارزمین رانکو ساختی کے مرحلے سے گزر کر با آسمان نیز بر داختی کی حد میں بھی جا داخل ہوا۔ چاند سورج تغیرات موسم غرض اس گردش فلک کے رازہائے بستہ کا کھوج لگانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جس کا رونا شعرا آج تک رو رہے ہیں۔

یوں تو قرآن میں بھی اس قسم کی واضح آیات موجود ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ انسان کو عقل سوچنے سمجھنے اور اس سے کام لینے کے لئے دی گئی۔ انسان کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اس کے ذریعے نفس و آفاق کے ان اوراق کا بہ غور مطالعہ کریں۔ جو چشم بصیرت کے سامنے ہر وقت کھلے ہیں۔ اس لئے طائر خرد کی بلند پروازی کا جو کچھ حال ہم دیکھ چکے ہیں یا آج دیکھ رہے ہیں انسانیت کے لئے باعث فخر بھی ہے اور موجب مسرت بھی۔ لیکن آج مختلف علوم و فنون کی روشنی میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ عقل کی یہی تیزی و طراری تعلیم وحی سے محروم رہ کر انسان کو بعض ایسی وادیوں میں پہنچا دیتی ہے جہاں خود اسے پتہ نہیں چلتا کہ وہ کہاں سے آگیا ہے۔ اور یہاں سے مجھے کدھر جانا ہے۔ یعنی۔

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

سعدی نے زن ستیزہ خو کا ذکر ایک جگہ بڑے مزاحیہ اور دلچسپ پیرایہ میں کیا ہے۔

اے آنکہ براہ کعبہ روئے داری
دانم کہ گزیدہ آرزوئے داری
زیں گونہ کہ تیزی خرامی دانم
در خانہ زن ستیزہ جوئے داری

کہتے ہیں اے عازم کعبہ! میں جانتا ہوں کہ تو ایک نیک آرزو لئے ہوئے سرگرم سفر ہے۔ لیکن اس قدر تیزی سے تو جو قدم اٹھا رہا ہے تو میرا خیال ہے کہ تیرے گھر میں تیری بیوی بڑی لڑاکا ہے اور اسی سے تو دامن چھڑا کر آیا ہے۔

تشبیہ کے لوازم سے الگ ہٹ کر سوچئے۔ عقل فلک پیما کے عزائم تو واقعی بہت بلند ہیں۔ لیکن اگر وہ تعلیم وحی کی روک ٹوک اور نکتہ چینی سے پیچھا چھڑا کر آئی ہے اور تیز پروازی کے ذریعے وہ اس سے کوسوں دور نکل جانا چاہتی ہے۔ تو یہی قوت پرواز جو

اسے آج افلاک کے عروج و کمال پر پہنچا رہی ہے۔ کسی ہلاکت کے گڑھے میں گرائے گی۔ اور یہ قاعدے کی بات ہے کہ کوئی جس قدر بلندی سے گرے۔ اسی قدر اس کا گرنا زیادہ مہلک ہوتا ہے۔ عقل کی فلک پیمائی کے اسی خطرناک نتیجے اور اس کی بے راہ روی کے اسی متوقع ا[illegible] پیش نظر اقبال نے کہا تھا۔

بر عقل فلک پیما ترکانہ شبخوں بہ
یک ذرہ درد دل از علم فلاطوں بہ

جس عقل فلک پیمائی بلند پروازی کا نتیجہ گمراہی ہو۔ اسے کانہ شبخوں پسپا ہونے پر مجبور کردے تو بہتر ہے۔ کیونکہ [illegible]ن کے بغیر افلاطون کے علم کی غفلت بھی کچھ کام نہیں دیتی اور یہ [illegible]رد دل تعلیم وحی کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔

تعلیم وحی کی رہنمائی کے بغیر عقل انسانی نے کہاں کہاں اور کس کس طرح ٹھوکر کھائی۔ یہ طویل داستان ہے مثال کے طور پر ڈارون کا نظریہ لیجئے جسے اکبر الہ آبادی نے اس طرح بیان کیا ہے۔

کہا منصور نے خدا ہوں میں
ڈارون بولا بوزنہ ہوں میں

غالباً اسی لئے اس کے ہم قوم اور ہم خیال لوگوں کے اقوال و اعمال میں حیوانیت زیادہ پائی جاتی ہے۔

عقل انسانی نے انسان کی معاشی مشکلات کا حل اشتراکیت میں ڈھونڈا لیکن وہ بات نہ حاصل ہو سکی جو اسلام کے معاشی نظام میں موجود ہے اور ایک مشکل کے حل کے ساتھ جو امن و سکون کی کیفیت وابستہ ہونی چاہیئے وہ کہیں نظر نہیں آتی۔

عقل انسانی سوچتی ہے کہ جب عورت بھی مرد کی طرح خدا کی مخلوق ہے تو دونوں کا دائرہ عمل ایک دوسرے سے مختلف کیوں ہو؟ اور جن مشاغل میں مرد شب و روز حصہ لیتا ہے۔ ان میں سے کسی سے عورت کو کیوں محروم رکھا جائے۔ لیکن تعلیم وحی اس موقع پر عقل کو ٹوکتی ہے کہ دیکھ تیرا یہ نظریہ خطرناک ہے مرد اور عورت کی اس مساوات میں جس کی تو خواہاں ہے بہت بڑی خرابی مضمر ہے اس خرابی کو میں بہ خوبی دیکھ رہی ہوں اور اگر میرے قریب آکر دیکھے تو تو بھی بہ آسانی دیکھ سکتی ہے۔

غرض عقل انسانی کی ان ٹھوکروں کا حال کوئی کہاں تک بیان کرے۔ عقل انسانی نے جہاں کی زمین کی گردش۔ سیاروں کی حرکت، ظہور شب و روز اختلاف مواسم اور اشیاء کے مخفی خواص کے متعلق معلومات بہم پہنچائے ہیں۔ وہاں ہم شرف انسانیت پر فخر کرتے ہیں اور بلا چون و چرا مان لیتے ہیں۔ کہ ان تحقیقات کے نتائج صحیح ہوں گے اور تعلیم وحی بھی ایسی کد و کاوش سے تعرض نہیں کرتی۔ لیکن جن نظریات افکار کی زد انسان کی روحانی زندگانی اور اخلاق و سیر پر پڑتی ہو وہاں زبان وحی خاموش نہیں رہ سکتی اور صاف صاف بتا دیتی ہے کہ یہ گمراہی ہے ؎

محرم نہیں فطرت کے سرود ازلی سے
بینائے کواکب ہو کہ دانائے نباتات

آج کل جہاں اور علوم و فنون کو ترقی ہوئی ہے۔ علم النفس کو بھی کافی فروغ حاصل ہوا ہے۔ نفسیات کی افادی تحقیقات واقعی قابل قدر ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ ماہرین علم النفس نے بھی تعلیم وحی سے دور رہ کر کئی جگہ ٹھوکر کھائی ہے۔ مثلاً۔ فرائڈ کے نظریہ شعور و لاشعور پر غور کیجئے۔ جہاں تک انسانی دماغ کی اس تقسیم کا تعلق ہے۔ ہمیں اس کے صحیح ماننے میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن اس کا یہ کہنا انسانی فطرت کی کس قدر توہین ہے کہ بچہ جب ماں کی چھاتیوں سے لپٹا ہے تو یہ اس کے جنسی ذوق کا پہلا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اور وہ بڑا ہو کر جو جنسی تعلقات میں لذت پاتا ہے وہ اسی فعل کی ترقی یافتہ صورت ہوتی ہے۔ یہ انسان میں ملکوتی صفات پیدا کرنے کے بجائے اسے حیوان بنانے کی کوشش ہے۔

تعلیم وحی تو ہمیں بتاتی ہے کہ نسل انسانی کے حفظ و بقا کے لئے ماں کے دل میں بچے کے متعلق بے پناہ محبت ڈال دی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اس کی پیدائش پرورش رکھ رکھاؤ کی وہ تکالیف بہ خوشی برداشت کرتی ہے جو جذبۂ محبت کی کمی یا فقدان کی صورت میں کبھی برداشت نہ کر سکتی۔ لازمی طور پر بچے کے دل میں بھی اس محسنہ کی کشش ہونی چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اولاد کے لئے ماں

باپ خصوصاً ماں کے احترام کو بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے۔ لیکن فرائیڈ صاحب کو اس مقدس رشتے میں بھی جنسی میلانات کی جھلک دکھائی دے رہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انگریزی نظام تعلیم کی بدولت بہت سے طلباء گمراہ ہو جاتے ہیں اور وہ اس فضا کے زیادہ عادی ہونے کے سبب فطری تعلیم کی حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھتے ہیں۔ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو تعلیم دلانے کے وقت جو ماں باپ اسلامی تعلیم کی معیت کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتے اور انہیں صرف انگریزی نصاب تعلیم کے حوالے کر کے سمجھتے ہیں کہ اولاد کی تعلیم و تربیت کے متعلق ہمارے ذمے بحیثیت ماں باپ ہونے کے جو فرائض تھے ہم نے ادا کر دیئے وہ خود بھی ایک غلط راہ پر گامزن ہیں اور اپنے بچوں کو بھی غلط راہ پر ڈال کر قعر مذلت میں گرانا چاہتے ہیں۔ اشہب خرد کی باگ جب تک معلم وحی کے ساتھ میں نہ ہو منزل فلاح و نجات تک رسائی ناممکن ہے۔ لیکن صرف مادی ترقیات پر نظر رکھنے والے اس بات کو کب مان سکتے ہیں۔

## کنواری ماں کا بقیہ صفحہ ۱۵ سے آگے

تماشا ہے۔

دراصل مسیحی گروپ نے بالغ النظری سے کام ہی نہیں لیا اگر ذرا بھی شعور ہوتا اور انداز تخلیق کو سمجھنے کی کوشش کرتا تو یہ بد عقیدگی و گمراہی اس کا مقدر نہ بنتی کیوں کہ انسانی تخلیق کے عقلی طور پر چار ہی طریقے ہیں۔

(۱) عورت و مرد کسی کا واسطہ نہ ہو۔ حضرت آدم

(۲) صرف مرد کا واسطہ ہو۔ حضرت حوا

(۳) صرف عورت کا واسطہ ہو۔ حضرت عیسیٰ

(۴) مرد و عورت دونوں کا واسطہ ہو۔ عام انسان

خالق مطلق نے اپنی کامل و مکمل قدرت کا اظہار فرما کر چاروں طریقے سے انسان کو خلعت وجود بخشا اس شان تخلیق پر غور و فکر سے کام لینے کی بجائے کوئی اگر کج فہمی سے حضرت عیسیٰ کو اس خالق مطلق کا بیٹا قرار دے تو ہمیں اس کے فہم و شعور، عقل و دانش اور فکر و تدبر پر ماتم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

# قطعات

(جناب منظر قدیری)

روح فطرت چمن میں ڈھلتی ہے — شاخ گل رات دن پگھلتی ہے
خوں بہاروں کا سوکھ جاتا ہے — تب کلی شاخ پر نکلتی ہے

---

در حقیقت دبیز تاریکی — روشنی کی کلید ہوتی ہے
جس کو مئے نشاط کہتے ہیں — رنج و غم کی کشید ہوتی ہے

---

دل پریشاں اداس ہے چہرہ — شوخ مژگاں جھکی جھکی سی ہے
ترک الفت کے بعد اے منظر — ایک جوانی بجھی بجھی سی ہے

# کافرانہ اندازِ سخن

(علامہ نظامی)

نوٹ:۔ شریعت یا جہالت کی ایک دلخراش عبارت کا تنقیدی جائزہ

"پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام سورہ کہف لیکر نازل
ہوئے اس میں انشاء اللہ نہیں کہنے پر آپؐ کو ڈانٹا گیا۔" جہالت ص۱۷
عہ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

دوسرا حوالہ

"آپ نے دیکھا کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو بچانے
کے لئے دعا کی لیکن قبول نہ ہوئی اور اوپر سے ڈانٹے گئے۔"

شریعت یا جہالت ص۲۸۳

یاد رہے اگر گھڑی کسی لوہار کے سپرد کر دی جائے تو اس کا
کوئی پرزہ سلامت نہ رہے گا۔ بس ایسے ہی قرآن مجید کا ترجمہ اور
اس کی تفسیر اس کے اسرار و رموز کا سمجھنا اور اس میں نکتہ آفرینی
یہ اہل علم اور علماء کا کام ہے۔ اسٹیج کے ان پڑھ قوال اور دل کے
مزدور کا یہ منصب نہیں چنانچہ بات بات میں محض دھونس جمانے کے
لئے قرآن، پارہ، سورہ، رکوع، صفحہ، سطر کے رٹنے اور چلانے
سے آپ کی کوئی علمی حیثیت متعین ہو جاتی! یہ صحیح ہے کہ قرآن میں
سب کچھ ہے لیکن اس کے سمجھنے کے لئے علماء کی جوتیاں سیدھی
کرنی پڑتی ہیں اور برسوں عربی درسگاہوں کی خاک چھاننی
ہوتی ہے تب کہیں جا کر قرآن سمجھنے کی سوجھ بوجھ پیدا ہوتی ہے اگر
زندگی میں آپ کو یہ موقع میسر ہوتا تو کبھی بھی یہ نہ لکھتے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت نوح علیہ السلام کو ڈانٹا گیا کیا کروہ
اور ثقیل لفظ ہے۔ انبیاء و رسل کی طرف جس کی نسبت کرتے
ہوئے کلیجہ کانپ جاتا ہے یہ تو محض ان کی شان رحمت ہے ورنہ اگر
کہیں جلال موسوی ہوتا تو ہاتھ شل ہو جاتا تھا اور زبان کٹ جاتی۔
پوری قوم و ملت کی طرف سے آپ کو مخلصانہ مشورہ ہے کہ

آپ اپنے حدود سے متجاوز ہونے کی کوشش نہ کریں نفس کی
کمین گاہ پر بیٹھ کر کبھی اپنا محاسبہ کیجئے اور یہ فیصلہ کیجئے کہ
قرآن کی کوئی آیت یہ اجازت دیتی ہے کہ نبیوں اور رسولوں کے
بارے میں یہ کہا جائے کہ ان کو ڈانٹا گیا۔ ذرا اپنے گریبان میں منہ
ڈال کر سوچئے کہ اسلام کے کھلے دشمنوں کو آپ نے ان کو یہ کہنے کا
حق نہیں دے دیا کہ نبیوں اور رسولوں کا کیا وزن جنھیں بات
بات میں ڈانٹا جاتا تھا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ یہ لکھ کر آپ
نے اپنا ایمان تو غارت ہی کیا ساتھ ہی اسلام کے دشمنوں کے ہاتھوں
زہر میں بجھی ہوئی ایک تلوار بھی دیدی۔
کاش اب بھی آپ کو احساس ہوتا کہ آپ جدھر مسلمانوں کو لیجانا
چاہتے ہیں وہ کعبہ کی راہ ہے یا صنم خانہ کی؟ راہ ناآشنا جو خود
گم کردہ منزل ہے وہ دوسروں کی رہبری یا رہنمائی کا فریضہ کیونکر
انجام دے سکتا ہے۔

## سَندیافتہ جاہل

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ
تو جہالت فروش نہ تو حافظ ہیں
نہ مولوی نہ مفسر نہ محدث بلکہ ڈاکو خاندان کے ایک ان پڑھ
نمش ہیں۔
یہ تو ایک طے شدہ امر ہے کہ جو لوگ از میزان تا بخاری نحو
صرف۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ علم کلام۔ تفسیر۔ حدیث۔ اصول حدیث
معانی و بیان۔ منطق و فلسفہ۔ عربی ادب۔ علم المیراث۔ وغیرہ کی
سبقاً تعلیم پاتے ہیں انھیں ذمہ دار علماء عالم کی سند دیتے ہیں
"سندیافتہ" عالم کہا جاتا ہے۔ بس انھیں اصول کی بنا پر
جس کے جانے پہچانے اُسے ان پڑھ ہونے کی سند دیں

کی زبان میں اسے سند یافتہ جاہل نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟ ویسے تو دنیا میں بہت سے ناخواندہ جاہل ہیں لیکن آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ سند یافتہ جاہل ہیں جس پر تمام ساتھیوں نے مل جل کر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اور سونے پر سہاگہ یہ کہ آپ کے پاس ایک دو ہی نہیں بلکہ بہت سی سندیں اور ڈپلومے ہیں مثلاً عالم نہ ہونے کی ۲ حافظ نہ ہونے کی ۳ مولوی نہ ہونے کی ۴ مفسر نہ ہونے کی ۵ محدث نہ ہونے کی ۶ مفتی نہ ہونے کی ۷ فقیہہ نہ ہونے کی ۸ قاری نہ ہونے کی ۹ پڑھے ہوئے نہ ہونے کی ۱۰ پیر نہ ہونے کی غرضیکہ ایک درجن کے لگ بھگ اسناد ہیں جو منفی پہلو سے متعلق ہیں اب ان اسناد کو بھی دیکھو ایک نظر مثبت پہلو سے متعلق ہیں یعنی ہونے سے:۔ ۱ ڈاکو خاندان سے ہیں ۲ طبیعت میں لاابالی پن ہے ۳ ان کے والد مشہور ڈاکو تھے ۴ رہزنی خاندانی پیشہ ہے ۵ مل مزدور ۶ اَن پڑھ۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ جس کے پاس ڈیڑھ درجن کے لگ بھگ اسناد اور ڈپلومے ہوں ایسے ڈگری یافتہ کا مقام کتنا بلند اور اونچا ہو جاتا ہے۔ اُسے تو زمین پر نہیں آسمان پر رہنا چاہئے۔ چنانچہ اسی جہل مرکب کا نتیجہ ہے کہ قرآن میں من مانی غلط تاویلات اور تراجم سے آپ نے اپنا اُلّو سیدھا کیا ہے۔

خدارا انصاف کیجئے کہ پروردگار عالم نے اپنے پیارے محبوب جانِ رحمت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے القاب و خطابات سے نوازا ہے حد یہ کہ جس خطۂ زمین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدمِ ناز پڑ گیا تو خداء ذوالجلال نے اس زمین کی قسم یاد فرمائی۔

**بیعت رضوان** جسے ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے بیعت لیتے وقت صحابہ کا ہاتھ نیچے اور ان کے اوپر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھا مگر قرآن کی زبان میں سنئے۔

"یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے یہ اس ہاتھ کے علاوہ دنیا میں کوئی اور بھی ہاتھ ہے جس کو خداوند قدوس نے اپنا فرمایا ہو۔ ایک جنگ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے کافروں پر کنکری پھینکی مگر اس واقعہ کے متعلق قرآن حکیم کا انداز بیان ملاحظہ فرمایئے۔

"اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی" پارہ ۹ سورہ انفال رکوع ۱۶ غرضیکہ قرآن مجید کی بے شمار آیات خداوند قدوس کی نوازشات بیکراں پر شاہد عدل ہیں۔ بشرطیکہ چشم بصیرت اور دیدۂ اعتبار سے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا جائے عداوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عینک لگا کر قرآن فہمی کا دعویٰ گویا ہاتھ پر سرسوں جمانے کا مترادف ہے۔

سلام محبت ——————— انوار بھائی

فروری کا پاسبان بھی مل گیا ادارہ کی مستعدی دیکھ کر خوشی ہوئی۔ اب ہمیں امید ہے کہ پاسبان برابر نکلتا رہے گا۔

یں پاسبان کو جو مقبولیت ہے اس پر آپ کو سجدہ شکر ادا کرنا چاہیئے۔ پاسبان کے نکلتے ہی ہل چل مچ گئی ہے سنی دنیا پھولے نہیں سماتے اور اغیار کا چہرہ اتر گیا۔ ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی قیمتی سرمایہ کھو گیا تھا اب وہ ہمیں مل گیا۔

پاسبان جس بیباکی سے اہلسنت کے مسلک کی ترجمانی کرتا ہے یہ صرف اس کا حق ہے میری حسب ذیل چند گذارشات ہیں اگر آپ اسے قبول فرمائیں تو شکر گزار ہوں گا۔

(۱) پاسبان کے صفحات اور بڑھا دیں خواہ قیمت میں اضافہ ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

(۲) آپ کسی کے سوال و جواب میں نہ الجھیئے گا بس اس پر عمل کیجئے۔

سبو اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا
کئے جاؤ میخوارو کام اپنا اپنا

(۳) حضرت علامہ نظامی سے عرض کیجئے کہ اب وہ تقریر چھوڑ دیں۔ پاسبان، مکتبہ اور دارالعلوم غریب نواز کے لئے بیٹھ جائیں اس سے بنیادی اور تعمیری کام ہوگا۔ نظامی صاحب سے ملنے کے لئے میں بمبئی گیا۔ مگر وہ میسور کے پروگرام پر تشریف لے جا چکے تھے۔ نیاز نہ حاصل ہوا جس کا افسوس ہے۔ آفس تاجداران میں ابرار بھائی ملے وہ خیریت سے ہیں۔ پاسبان زندہ و پائندہ آباد

(ارشد نظامی۔ بعد وہی۔ بنارس)

مولانا عبد المبین صاحب نعمانی

# مغربی تہذیب



نئے زمانے کے نشتروں نے گلوں کی رگ رگ کو چیر ڈالا
لب چمن پر مگر ہے پھر بھی نیا زمانہ نیا زمانہ

اور اس نئے زمانے کی نام نہاد ترقی پسندی، مغربی تہذیب و تمدن اور فیشن کے ہنگاموں نے آج انسان کو اس سطح پر لاکر کھڑا کر دیا ہے۔ جو کسی طرح بھی انسان یا انسانیت کی سطح نہیں کہی جا سکتی۔ بلکہ فیشن کے جنون میں مبتلا انسان کہیں کہیں وہاں نظر آنے لگے ہیں۔ جہاں جانوروں کی نظریں بھی شرم سے جھکی رہتی ہیں۔

آج کے اس دور کو بلاشبہ جنسی جنون اور پاگل پن کا دور کہا جا سکتا ہے۔ نئی نسل جنسی دیوانگی کا شکار، مرض ہوس میں مبتلا۔ اور حیوانی خواہشات کی تعمیل میں اس طرح مصروف ہے کہ انسانوں کی نئی قسم کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ انسان کا وجود جنسیات کے محور پر گردش کر رہا ہے۔

قسم قسم کے لباس، لباس کی ڈیزائن، کسے ہوئے بدن، چست اور چپکے ہوئے کپڑے۔ برہنہ لباس، جسموں کی نمائش سینوں کا ابھار، بازوؤں کی عریانیت، نمائشی چیزوں کی نمود آخر کس پس منظر میں ہے۔

جسم کے وہ حصے جسے شوہر کے علاوہ کسی کا دیکھنا کل تک جرم تھا۔ آج گھر سے بازاروں تک ان کی نمائش کے پس پردہ کون ساجذبہ کام کر رہا ہے۔ کیا یہاں سے وہاں تک پھیلی ہوئی عریانیت، بے حیائی اور برہنگی جنسی جنون، غلبہ حیوانیت اور ہوس رانی کی منہ بولتی گواہی نہیں؟

پھر بات یہیں ختم نہیں ہو گئی۔ بلکہ فیشن کے معاملہ بڑھتے بڑھتے وہاں پہنچ گیا ہے۔ جہاں مرد و عورت دونوں نے من تو شدم تو من شدی پر پوری مستعدی کے ساتھ عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ آج پیچھے سے نہیں بلکہ آگے سے دیکھنے کے بعد یہ سمجھنا مشکل ہو گیا ہے کہ مرد ہے یا عورت؟ عورتوں نے سولہ آنہ مردوں کے لباس پہن لئے ہیں۔ اور مردوں نے مکمل طور پر اپنی شکلوں کو عورتوں جیسی بنانا شروع کر دیا ہے۔

وہ تو کہتے ہیں کہ کسی ڈرامے کے اختتام پر ایک شخص نے اپنے بغل والے سے کہا بھئی! غضب کی اداکاری ہے۔ یہ لڑکی تو فلم کی ہیروئن بنائے جانے کے لائق ہے ـــــ سننے والے نے غصہ بھرے تیور میں کہا جناب! اپنی آنکھ کا علاج کرائیے۔ اور چشمے کا نمبر بدلوایئے۔ وہ لڑکی نہیں لڑکا ہے۔ ارے جناب وہ تو بالکل لڑکی ہے۔ آپ کو کیسے معلوم کہ وہ لڑکا ہے۔ جی ہاں وہ میرا ہی لڑکا ہے ـــــ اچھا تو آپ اس لڑکے کے باپ ہیں سیٹ اپ۔ میں اس کا باپ نہیں اس کی ممی ہوں ـــ

مجھے ان لوگوں سے کچھ نہیں کہنا ہے جن کے لئے فیشن ہی سب کچھ ہے۔

لیکن ان لوگوں سے ضرور کہوں گا۔ بلکہ انتہائی درد بھرے لہجے میں شکایت کروں گا۔ کہ جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ خدا کے لئے اسلام کو رسوا، دین کو بدنام اور قوم کی تاریخ کو بدنام نہ کیجئے۔ اپنے لڑکوں کو لڑکی اور لڑکیوں کو لڑکا بنا کے اندھے فیشن کی تقلید میں اپنی آخرت کو تباہ و برباد نہ کیجئے جنسی جنون اور ہوس کی قربان گاہ پر عفت و عصمت اور پاک دامنی کو قربان ہونے سے بچایئے۔

اور وہ طرز زندگی اختیار کیجئے۔ جس سے آخرت تابناک اور جوابدہی کا دن اطمینان بخش ہو۔ جس سے خدا راضی اور رسول خوش ہو۔

خوب سمجھ لیجئے کہ ہر وہ لباس جس سے محبوب خدا معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، ہر وہ طرز و طریقہ اور صورت و شکل جس کے نہ کرنے کی سرکار نے تاکید فرمائی ہے۔ اگر اس سے باز نہ رہے تو آج کی یہ غلط فیشن پرستی جنسی تبدیلی کا جنون، عریانیت کا شوق، کل جہنم کا ذریعہ دوزخ کا سبب اور عذاب کا ذریعہ بنے گا۔ خدا اور رسول کی نافرمانی کرکے ممکن ہے آج سرخروئی مل جائے۔ لیکن کل آخرت کی پکڑ سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی۔ اور بلاشبہ آخرت کی گرفت بڑی سخت ہوگی۔

جو مرد عورت، جو عورتیں مرد بننے کی دیوانگی کا شکار ہیں۔ اور اپنے ہر طرز عمل میں جنس مقابل کے نقل ہی کو سب کچھ سمجھ چکے ہیں۔ ان کے لئے سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی چند احادیث کریمہ پیش ہے۔ تاکہ سمجھ میں آسکے کہ مغربی تہذیب کی اس نمائش اور اندھی تقلید کے اس فیشن کی سزا کیا ہے۔ اور اس کے متعلق سرکار نے کس طرح اپنی بدترین نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال۔

اللہ کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں کی وضع بنائیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی۔

(۱) احمد (۲) دارمی (۳) بخاری (۴) ابوداؤد (۵) ترمذی (۶) نسائی (۷) ابن ماجہ (۸) طبرانی۔

(۲) ان امرأۃ مرت علیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متقلدۃ قوساً فقال لعن اللہ المتشبھات من النساء بالرجال و المتشبھین من الرجال بالنساء۔ (طبرانی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت شانے پر کمان لٹکائے گذری۔ فرمایا اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو مردانی وضع بنائیں اور ان مردوں پر جو زنانی۔

(۳) لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوھم من بیوتکم۔ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی۔ زنانہ مردوں اور مردانی عورتوں پر اور فرمایا انھیں اپنے گھروں سے نکال دو۔

(۴) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اخرجوا المخنثین من بیوتکم۔

زنانوں کو اپنے گھروں سے نکال باہر کرو۔

(بخاری، ابوداؤد ابن ماجہ)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرجال یلبس لبسۃ المرأۃ و المرأۃ تلبس لبسۃ الرجال۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، ابن حبان، حاکم)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس مرد پر کہ عورت کا پہناوا پہنے اور اس عورت پر کہ مرد کا۔

(۶) حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ روایت کرتے ہیں۔

قیل لعائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان امرأۃ تلبس النعل قالت لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ الرجلۃ من النساء۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے

(۷) امام احمد بسند صحیح ایک تابعی ہذیلی سے راوی ہیں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک عورت کمان لٹکائے مردانی چال چلتی سامنے سے گزری عبداللہ نے پوچھا یہ کون ہے، میں نے کہا۔ ام سعید دختر ابوجہل فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔

لیس منا من تشبہ بالرجال من النساء ولا من تشبہ بالنساء من الرجال۔ (طبرانی)

ہمارے گروہ سے نہیں وہ عورت کہ مردوں سے تشبہ کرے اور نہ وہ مرد کہ عورتوں سے۔

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخنثی الرجال الذین یتشبھون بالنساء والمترجلات من النساء المتشبھات بالرجال وراکب الفلاۃ۔ (احمد، عبدالرزاق)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی زنانہ مردوں پر جو عورتوں کی صورت بنیں اور مردانی عورتوں پر جو مردوں کی شکل بنیں اور جنگل کے اکیلے سوار کو یعنی جو خطرے کی حالت میں تنہا سفر کو جائے

(۹) حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ثلثۃ لا ینظر اللہ الیھم یوم القیمۃ۔ عاق الوالدیہ والمرأۃ المترجلۃ المتشبھۃ بالرجال والدیوث۔ (احمد، نسائی، حاکم)

تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ روز قیامت نظر رحمت نہ فرمائے گا۔ ماں باپ کا نافرمان اور مردانی عورت مردوں کی وضع بنانے والی اور دیوث۔

(۱۰) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ثلثۃ لا یدخلون الجنۃ ابدا الدیوث والرجلۃ من النساء ومدمن الخمر۔ (طبرانی کبیر)

تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے۔ دیوث اور مردانی عورت اور شراب کا عادی۔

(۱۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اربعۃ یصبحون فی غضب اللہ ویمسون فی غضب اللہ المتشبھون من الرجال بالنساء بالرجال الذی یاتی البھیمۃ والذی یاتی بالرجل (شعب الایمان للبیہقی)

چار شخص صبح کریں تو اللہ کا غضب میں شام کریں تو اللہ کے غضب میں زنانی وضع والے مرد اور مردانی وضع والی عورتیں اور جو چوپائے سے جماع کرے اور اغلامی۔

(۱۲) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ، چار شخصوں پر اللہ عزوجل نے بالائے عرش سے دنیا وآخرت میں لعنت بھیجی، اور ان کی ملعونی پر فرشتوں نے آمین کہی۔ وہ مرد جسے خدا نے نر بنایا اور وہ مادہ بنے۔ عورتوں کی وضع بنائے، اور عورت جسے خدا نے مادہ بنایا اور وہ نر بنے۔ مردانی وضع اختیار کرے۔ اور اندھے کو بہکانے یا مسکین کو راستہ بھلانے والا اور وہ جو اولاد ہونے کے خوف سے نہ نکاح کرے۔ نہ کنیز حلال رکھے۔ اور رہبان نصاریٰ کی طرح بن بیٹھے۔ (طبرانی کبیر)

(۱۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لعن اللہ والملئکۃ رجلا تانث وامرأۃ تذکر۔ (ابن عساکر، ابن صالح)

اللہ عزوجل اور فرشتوں نے لعنت کی اس مرد پر جو عورت بنے۔ اور اس عورت پر جو مرد،،

(۱۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں جن کی تسبیح یہ ہے۔" پاکی ہے اسے جس نے مردوں کو زینت دی ڈاڑھیوں سے اور عورتوں کو گیسوؤں سے۔

سب ایڈیٹر عبدالقیوم مصباحی

# فسانۂ محبت

لفظ محبت کا بس اتنا سا فسانہ ہے
سمٹے تو دل عاشق پھیلے تو زمانہ ہے

محبت کے لغوی معنیٰ الفت دوستی، پیار کے ہیں، محبت طبیعت کے مناسب شئی کی طرف راغب ہونے کو کہتے ہیں. علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں محبت کی دو قسم بتائی ہیں - پہلی وہ محبت جو بندہ کے اختیار سے باہر ہوتی ہے اور دل بے اختیار اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے دوسری وہ محبت جس میں بندہ کے اختیار کا دخل رہتا ہے. یعنی از خود اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے جس کو شاعر نے اپنے انوکھے انداز میں ظاہر کیا ہے ع -

محبت کو سمجھنا ہے تو ناصح خود محبت کر
کنارے سے کبھی اندازۂ طوفاں نہیں ہوتا

سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ دنیا و مافیہا کی ساری اشیاء سے محبوب تر ہے. لہٰذا عالم کی ساری اشیاء سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنی چاہیئے. اس لئے کہ رسول کی محبت عین اسلام اور عین ایمان ہے محبت رسول میں اگر دنیا کی مرغوب سے مرغوب اشیاء سے دست بردار ہی کیوں نہ ہونا پڑے. انھیں تج کر اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہی کو اختیار کرنی چاہیئے تاکہ دین و دنیا کی فلاح و بہبودی حاصل ہو سکے محبت رسول کے سلسلے میں قرآن خود ارشاد فرما رہا ہے -

**قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ**

اے محبوب آپ فرما دیجئے اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم کو محبوب رکھے گا۔

اس آیت مبارکہ میں محبت کے دعویٰ کرنے والوں کو پروردگار عالم متنبہ کر رہا ہے کہ تمھاری مجھ سے محبت کی کسوٹی محمد الرسول اللہ کی اطاعت و فرمابرداری ہے اگر تم لوگ اپنی محبت کے دعویٰ میں سچے ہو تو رسول کی اتباع لازم کر لو اگر تم رسول کی اتباع کروگے تو تم میرے محب اور محبوب بن جاؤگے۔

اسلام میں محبت کا اصل محور صرف خداوند قدوس کی ذات ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت اللہ کی محبت ہی کی وجہ سے ہوتی ہے. جیسا کہ سرکار نے حدیث مبارکہ میں اشارہ فرمایا ہے. حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ تمھیں ہر طرح کی نعمت عطا کرتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے اہل بیت سے محبت کرو؟
(ترمذی شریف)

اللہ کی محبت کی وجہ سے رسول سے محبت ہوگی تو اطاعت ناگزیر ہوگی اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا. وہ آپ کی سنت سے بھی محبت کرے گا یہ ناممکن ہے کہ محبت تو ہو مگر عقیدت نہ ہو محبت تو ہو اطاعت نہ ہو محبت تو ہو مگر محبوب کے فعل کرنا پسند کرے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کی تابع نہ ہو جائے؟
(شرح السنہ)

دوسری حدیث حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی

آپ نے فرمایا قیامت کے لئے تم نے کیا تیار کر رکھا ہے۔ انھوں نے کہا بہت سی نمازیں، بہت سے روزے، بہت سے صدقے تو تیار نہیں کئے ہیں۔ لیکن اتنی بات تو ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم ان کے ساتھ رہوگے جن سے تم کو محبت ہے (بخاری شریف)

اس حدیث پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن صحابی سے سوال وجواب ہوا تھا۔ انھوں نے اس خوف سے قیامت کا حال معلوم کرنا چاہا کہ شاید وہ قریب آجائے اور عمل کرنے کا وقت نہ مل سکے۔ تو کیا عطیہ الٰہی کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ ایک مرد مومن کی خواہش وتمنا ہوتی ہے کہ محبوب کے لب پاک کو جنبش ہوجائے اور کوئی مژدہ سنادیں صحابی رسول اپنے آقا ومولیٰ جناب محمد لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا ہی میں جنتی ہونے کی ضمانت چاہتے ہیں اور کیوں نہ چاہیں۔ جب کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جان ایمان روح اسلام ہیں۔ جبھی تو ایک عاشق رسول نے مچل کر کہہ دیا۔ ع

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

آقائے کائنات روحی فداہ جناب محمد لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے لطیف انداز میں اپنے دیوانے سے پوچھتے ہیں کہ بتا قیامت کے لئے تم نے تیاری کی ہے یا نہیں؟

دیوانہ پوری دیوانگی کے انداز میں کہتا ہے کہ اعمال تو زیادہ نہیں کرسکا۔ لیکن روح اعمال کو اپنے قلب وجگر میں جگہ دیئے ہوئے ہیں ارے بتا وہ کیا ہے؟

یارسول اللہ وہ آپ کی محبت ہے محبوب نے محبوبیت کے انداز میں دیوانے کا دل رکھتے ہوئے ایک مژدہ سنایا جو جس سے محبت کرتا ہے وہ اسی کے ساتھ رہے گا۔ لہٰذا تم میرے ساتھ جنت میں رہوگے یہ مقام نہایت قابل غور کہ محبت رسول کرنے سے وہ چیز مل جاتی ہے۔ جو دوسری چیز سے ملنے کی امید نہیں ہوتی۔

---

## دارالعلوم نوری اندور

اندور جیسے شہر میں دینی درس گاہ کی بڑی کمی محسوس کی جارہی تھی۔ خدا سلامت رکھے مناظر اہلسنت حضرت مالوہ کو جس کی دینی بصیرت نے اندور کے سنی مسلمانوں کو آمادہ کیا اور آج دارالعلوم نوری کی آسمان بولتی عمارت اندور میں سنیوں کی آبرو بن چکی ہے۔ حضور مفتی مالوہ کے قوت بازو زمیں ملت جناب الحاج حافظ عبدالغفار صاحب رضوی ناظم اعلیٰ دارالعلوم نوری کی بے لوث خدمات نے دارالعلوم کو چار چاند لگایا ہے۔ دراصل ناظم اعلیٰ ہی اس کی روح رواں ہیں۔ دارالعلوم نوری نے مدھیہ پردیش کی ایک بہت بڑی کمی کو پورا کردیا ہے۔

ازمیزان تا بخاری شریف کا تعلیم کا مکمل نظم ہے داخلہ کے لئے درجہ ذیل پتہ پر خط وکتابت کی جائے۔ الحاج حافظ عبدالغفار صاحب رضوی ناظم اعلیٰ دارالعلوم نوری اندور۔ ایم پی!

---

## دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار کی اپیل

ملک اور بیرون ملک سے بے شمار استفتاءات ادارہ شرعیہ بہار کے مرکزی دفتر میں موصول ہو رہے ہیں۔ لہٰذا سوال کنندگان سے اپیل ہے کہ مندرجہ ذیل اصول وضابطہ کو مدنظر رکھتے ہوئے سوالات ارسال فرمایا کریں۔ (۱) ہر سوال نامہ کے ساتھ جوابی لفافہ یا برابر کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔ (۲) ایک لفافہ میں زیادہ سے زیادہ تین ہی سوالات بھیجے جائیں۔ (۳) سوالات فل سکیپ سائز کے کاغذ پر لکھے جائیں۔ (۴) سوالات صاف اور خوش خط ہوں۔ اور حتی الامکان اردو زبان میں ہوں۔ (۵) دارالافتاء سے بالترتیب جوابات ارسال کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا مناسب انتظار کے بعد ہی تاکیدی اور مطالباتی خطوط ادارہ کو بھیجے جائیں۔ (۶) شرعی سوالات اس پتہ پر بھیجیں۔ دارالافتاء ادارہ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ۔ ۶

ادارہ

# ہماری خبریں

## مختار کل کانفرنس

مورخہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ اپریل ۱۹۷۹ء نانپور ضلع سیتامڑھی میں زیر قیادت شہنشاہ خطابت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی بانی آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت عظیم الشان مختار کل کانفرنس ہو رہی ہے۔

جس کی صدارت سلطان المناظرین پیر طریقت حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت فرمائیں گے۔

ہونیوالی کانفرنس میں ملک کے مشاہیر علماء کرام و مشائخ طریقت و شعراء اسلام شریک ہو رہے ہیں۔ حضرت مولانا غلام صابر صاحب اپنی بھرپور صلاحیتوں سے کانفرنس کے انتظام و اہتمام میں لگے ہوئے ہیں۔ کانفرنس میں اہم تجاویز بھی پیش کی جائیں گی۔ یہ ایک مثالی کانفرنس ہوگی۔ جس میں ہزارہا ہزار مسلمان شریک ہو رہے ہیں۔ اس کانفرنس میں سنی تبلیغی جماعت کے اہم گوشوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔ بڑی سی بڑی تعداد میں شریک ہو کر کانفرنس کو کامیاب بنائیں۔

اراکین مختار کل کانفرنس دارالعلوم انوار مصطفےٰ خانقاہ رضوانیہ نانپور سیتامڑھی بہار

## حاجی عبداللطیف صاحب (احمد اشاہی) کو مبارکباد

دارالعلوم غریب نواز پریس کے دیرینہ محسن و کرم فرما جناب الحاج عبداللطیف صاحب مع اپنی اہلیہ امسال زیارت حرمین طیبین کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

موصوف رئیس ملت جناب غلام مصطفےٰ سیٹھ رضوی بستوی کے بڑے بھائی ہیں۔ ادارۂ پاسبان حاجی عبداللطیف صاحب کو ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتا ہے۔

(ادارۂ پاسبان)

## شموگہ میں عیدگاہ اور نظامی مسجد کی سنگ بنیاد

شہنشاہ خطابت علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب صدر آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت صوبہ میسور کے طوفانی دورہ میں مسلمانان شموگہ کی دعوت پر شموگہ تشریف لائے۔ ۲ فروری ۱۹۷۹ء آپ نے شموگہ عیدگاہ کی بنیاد رکھی۔ اور ۳ فروری ۱۹۷۹ء ریلوے اسٹیشن سے متصل کی کالونی میں مسجد کی سنگ بنیاد رکھی نظامی حضرت نے اس کا نام "رضا مسجد" رکھا۔ لیکن محلہ کے مسلمانوں نے بطور یادگار "نظامی مسجد" رکھا۔ عیدگاہ اور مسجد دونوں کی رسم بحسن و خوبی انجام پائی۔ متعدد انجمنوں کے اراکین و عمائد اہلسنت کے علاوہ مولانا حافظ قاری صوفی محمد علی صاحب، مولانا قاری عطاء اللہ صاحب، مولانا حافظ اجمل خاں صاحب، مولانا عبدالوحید حبیبی، مولانا قاری قطب الدین صاحب، مولانا سکندر علی خاں صاحب۔ اور دیگر معززین و علماء و ائمہ مساجد نے شرکت کی۔ مسلمانان شموگہ سے گذارش ہے کہ وہ عیدگاہ اور نظامی مسجد کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں۔

نظامی حضرت کے طوفانی دورہ نے میسور کرالا، آندھرا کے مسلمانوں کو بیدار کر دیا۔ ہر طرف سنی تبلیغی جماعت اور ماہنامہ پاسبان کی دھوم دھام ہے۔

—— قاضی سید اشرف حسین شموگہ

## صوبہ میسور میں جلوس عید میلاد النبی اور جشن چراغاں کی دھوم دھام

امسال ربیع الاول شریف کا مہینہ علامہ نظامی نے صوبہ میسور میں گزارا۔ چنانچہ اپنے عام جلسوں میں آپ نے سنی مسلمانوں سے جلوس اور جشن چراغاں کی اپیل کی جس کے نتیجے میں ھبلی، بنگلور۔ سگاؤں، ہادیری، شاہ نور

ہر ی ہر، داونگیرہ، سرسی، وغیرہ میں بہت ہی کامیاب جلوس نکالے گئے۔ اور جشن چراغاں کیا گیا۔ رئیس ملت الحاج بڈن صاحب بھنڈیگری صدر مدرسہ دستگیریہ کی خواہش پر علامہ نظامی نے بارہویں شب منڈگوڈ میں گزاری۔ جلسے اور جلوس میں شرکت کی۔ نیز پرچم کشائی کی رسم ادائی جلوس اور جلسے دونوں ہی بہت ہی کامیاب رہے۔ سنی مسلمانوں سے ہماری گزارش ہے کہ وہ ایسے ہی ہر سال جلوس عید میلادالنبی نکالیں۔ اور جشن چراغاں منائیں انشاء اللہ تعالیٰ علامہ نظامی کی اپیل پر ہر سنی مسلمان عمل کرے گا۔

—— طاہر بادشاہ بنکاپور دھارواڑ

## رائے بریلی میں ادارہ شرعیہ یوپی کی عمارت کا افتتاح

مسلمانوں کے باہمی تنازعات اور ازدواجی مقدمات کا فیصلہ کرنے اور نصاب امامت کی تکمیل کے لئے ۲ر جون ۷۸ء کو رائے بریلی میں یوپی کی ریاستی سطح پر ایک ادارہ شرعیہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ شہر اور مضافات کے مسلمانوں نے اس تحریک کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ یہاں تک کہ چھوٹی تکیہ رائے بریلی کے ایک خاندانی زمین دار سید مظفر حسین صاحب نے ادارہ کی عمارتوں کے لئے دو بیگہہ زمین کا ایک وسیع رقبہ ادارہ پر وقف کر دیا۔ چنانچہ موقوفہ زمین پر شعبۂ تعلیم اور دارالافتاء کے کام کے آغاز کرنے کے لئے ناظم ادارہ مولانا عبدالودود صاحب فقیہ کی جدوجہد سے فوری طور پر ایک عارضی عمارت تیار ہو گئی۔ جس کا افتتاحی جلسہ آج ۷ر فروری ۷۹ء کو مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں شہر اور مضافات کے مسلمان کافی تعداد میں شریک ہوئے۔

ادارہ شرعیہ یوپی کے اغراض و مقاصد پر حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی نائب مفتی اعظم ہند) اور علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ اور حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب پی ایچ ڈی نے موثر انداز میں روشنی ڈالی۔

المعلن ساجد علی حسینی مہتمم ادارہ شرعیہ یوپی رائے بریلی

## قبرستان والی مسجد ناندگاؤں

حضرت مولانا سجاد احمد صاحب ہماری جماعت کے فعال و متحرک شخصیت ہیں موصوف کی تحریک پر قدیم مسجد کو شہید کر کے نئی مسجد زیر تعمیر ہے مالیگاؤں، دھولیہ، خاندیش بمبئی کے مسلمانوں سے اپیل ہے کہ مولانا سجاد احمد صاحب اس سلسلہ میں دورہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا جی کھول کر لوگ ان کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ مسجد جلد سے جلد مکمل ہو جائے۔

—— حاجی عبداللطیف صاحب چوخر یٹری والے ناندگاؤں

## چوتھا کل ہند نعتیہ مشاعرہ

مدرسہ تبغیہ انوارالعلوم ماری پور شہر مظفر پور کے زیر اہتمام چوتھا کل ہند نعتیہ مشاعرہ ۶ر مئی ۷۹ء کو ہونے جا رہا ہے۔ ملک کے مایۂ ناز شہرۂ آفاق شعرائے کرام کے نام دعوت نامے ارسال کئے جا چکے ہیں۔ مجلس استقبالیہ کے اراکین ابھی سے سرگرم عمل ہیں۔ تیاریوں کے پیش نظر یقین کیا جاتا ہے کہ یہ مشاعرہ اپنی مثال آپ ہوگا۔ اور کامیابیوں کا ایک نیا ریکارڈ پیش کرے گا

مصرعہ طرح

وہ اپنے ہو گئے تو رحمت پروردگار اپنی

—— شمیم القادری

ناظم نشر و اشاعت مجلس استقبالیہ "کل ہند نعتیہ مشاعرہ"

## مدرسہ حنفیہ قلابہ

بمبئی جیسے طویل و عریض شہر میں جتنی بھی مدارس و مکاتب ہوں وہ کم ہیں۔ جناب سید محبوب عبدالباری میونسپل کونسلر اور ان کے رفقاء کار جناب قاسم سیٹھ و اظہار بھائی وغیرہ کی کوششوں کے نتیجے میں مدرسہ حنفیہ قلابہ مولانا نسیم اشرف صاحب کی نگرانی میں بہت تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ درجہ حفظ کا شعبہ بہت مضبوط ہے۔ بیرونی طلباء کو قیام و طعام کی سہولت دی جاتی ہے۔

۔ مدرسہ حنفیہ مسجد قلابہ مارکیٹ بمبئی۔